الله
رسول
محمد

جانداروں کا جذبۂ قربانی

مصنّف

ہارون یحییٰ

مترجم

عبدالخالق ہمدرد

MAKTABA-E-REHMANIA
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

⇦ عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

⇦ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔

⇦ دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

⇦ کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

⇦ ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

⇦ نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

نمبر 24534

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	جانداروں کا جذبہ قربانی
مصنف	ھارون یحییٰ
مترجم	عبدالخالق ہمدرد
ناشر	مکتبہ رحمانیہ
مطبع	زاہد بشیر پرنٹرز
ٹائپ سیٹنگ	قرآن ھاؤس 0300-4584539 042-7246679

فہرست مضامین

عرض مترجم ۵
مقدمہ ۸
جانداروں کے رویہ میں منطقیت ۱۱
سگ آبی (دریائی کتا) ڈیموں کا معمار ۱۲
ریشم کے کیڑے کے مرحلہ وار کام ۱۵
جذبات ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتے ۱۸
فطری انتخاب کے ذریعے مفید طور طریقوں کے توارث کا وہم ۲۵
نتیجہ، ہر جاندار اللہ کے حکم سے حرکت کرتا ہے ۳۲
جانداروں میں قربانی کا جذبہ، ڈارون کے نظریہ بقاء اقویٰ کا ابطال ۳۳
نسل کو برقرار رکھنے کا جذبہ ۳۹
جاندار صرف ہم جنسوں کے لئے نہیں بلکہ دوسرے جانداروں کے لیے بھی ایثار کرتے ہیں۔ ۴۱
ایک خاندان کے لئے جانداروں کی قربانیاں ۴۳
ایک خاندان کے جانور ایک دوسرے کو کس طرح پہچانتے ہیں ۴۴
بچوں کیلئے تمام سہولتوں سے آراستہ گھونسلے ۴۷
پرندے اپنے اعلیٰ قسم کے آشیانے کیسے بناتے ہیں؟ ۵۱
درزی پرندے ۵۲
جولاہے پرندے ۵۳
ابابیلوں کے گھونسلے ۵۶
باتروس پرندے کے گھونسلے ۵۸
سینگ والے پرندے کے گھونسلے ۵۸
مختلف جانداروں کے گھونسلے ۶۱
قطبی ریچھ کی برفانی رہائش گاہ ۶۲
لوہار مینڈک کا مسکن ۶۴
زیر آب مہندس ۶۴
جانور اس عمل میں کیسے کامیاب ہو جاتے ہیں ۶۶
نسل کی حفاظت اور بچوں کی خاطر قربانی ۶۸
جانوروں کی جانب سے اپنے انڈوں اور بچوں کی شدید حفاظت ۷۰
پینگوئین اور اس کا افسانوی صبر ۷۶

سمندری گھوڑا، بچے دینے والا واحد نر جانور ۸۱
اتھرینا مچھلی اور پر خطر سفر ۸۲
کمان مچھلی کا کنول سے بنا گھونسلہ ۸۳
نسل میں اضافے کیلئے سلمون (سلیمان) مچھلی کی ضروری ہجرت ۸۴
خاکستری مچھلی کا نسل میں اضافے کے لئے طویل سفر ۸۵
سلحید مچھلی کی جانب سے بچوں کی دیکھ بھال ۸۵
شتر مرغ کی جانثاری ۸۶
بھڑ یا مکڑی اور ریشمی تھیلی ۸۸
حشرات کی جانب سے انڈوں کا اہتمام ۸۹
بڑی مکھی کی جانب سے کبھی نظر آسکنے والے بچوں کا اہتمام ۹۰
ہر شے بچوں کی خاطر ۹۵
حشرات بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں ۱۰۰
غوطہ خور پرندہ اور خوراک میں پیش کیئے جانے والے پر ۱۰۵
بن گکڑ اور بچوں کو پانی کی فراہمی ۱۰۹
حشرات کی جانب سے بچوں کو خوراک کی فراہمی ۱۱۳
چھوٹے جانداروں کی جانب سے بچوں کی نقل وحرکت ۱۱۴
جانداروں میں باہمی تعاون ۱۱۹
جانوروں کی جانب سے ایک دوسرے کو خطرے سے آگاہی ۱۲۴
خطرات کا ایک ساتھ مقابلہ ۱۲۶
افریقی پرندوں کے درمیان تعاون ۱۳۰
دوسروں کے بچوں کو پالنے والا جانور ۱۳۴
آبادیوں کی شکل میں رہنے والے جانداروں میں قربانی کا جذبہ ۱۳۵
چونٹیوں کی آبادی میں قربانی کے مظاہر ۱۳۶
شہد کی مکھیوں کے چھتے میں قربانی کے چند نمونے ۱۴۱
خاتمہ ۱۴۶

عرض مترجم

کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ انسان اس پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں کو کائنات کی مختلف چیزوں اور مظاہر پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، کیونکہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی جانب خیال ضرور جاتا ہے۔

اس کائنات میں بے جان چیزوں کے علاوہ جانداروں کی بھی بلا مبالغہ لاکھوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ہم ہر وقت مختلف جانداروں کو دیکھتے ہیں۔ ان کی شکلوں، ان کی ساخت اور ان کے جسم اور ان کے رہن سہن کے طریقوں کے فرق کو محسوس کرتے ہیں مگر اس سے آگے کسی چیز پر غور کرنے کے روادار نہیں ہوتے جبکہ محترم ہارون یحییٰ صاحب نے اس کتاب میں بلاتفریق مذہب تمام انسانوں کی توجہ جانداروں کے رویوں کی جانب مبذول کرانے کی کوشش فرمائی ہے۔

پرندوں کے گھونسلوں سے لے کر جانوروں کے ایک دوسرے سے تعاون اور ایک دوسرے کی خاطر جان نثاری کا اس انداز سے تذکرہ کیا گیا ہے کہ ہر سطر پر زبان سے بے ساختہ ''سبحان اللہ'' نکل جاتا ہے۔ اس کتاب میں چیونٹی جیسے حقیر جاندار کے بارے میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ یقیناً انسان کو اس کے خالق کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

یہ کتاب جہاں ایک جانب ''نظریہ ارتقا'' کی سائنسی انداز سے بیخ کنی کرتی ہیں وہیں دوسری جانب اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو بھی اس کی مخلوق کے بارے میں بے شمار معلومات بہم پہنچاتی ہے جس سے ان کے ایمان میں مزید تقویت آئے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو، بے ایمانوں کے ایمان اور ایمانداروں کے ایمان کی تقویت کا سبب بنائے۔ آمین

* * *

مقدمہ

اکیسویں صدی کے آتے آتے چارلز ڈارون کا نظریہ ارتقاء اپنی مصداقیت کھو رہا ہے جبکہ گزشتہ صدی کے آغاز میں مادہ پرستوں نے اسے قبول کرنے کے بعد اسے رواج دینے اور اسے سائنسی حقیقت کے طور پر ثابت کرنے کیلئے زبردست کوششیں کیں۔

خوردبینی حیاتیات، حیاتیاتی کیمیا اور عالم متحجرات اور اس مسئلے سے متعلق سائنس کی دیگر شاخوں کی روز افزوں ترقی سے شک کا یہ غبار اب چھٹنے لگا ہے اور ان لوگوں کے نظریہ کا بھونڈا پن واضح ہو چکا ہے کیونکہ یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ زندگی محض اتفاق سے وجود میں آئی تھی اور نہ قدم بقدم آگے بڑھی تھی بلکہ اس نظریئے کا ناممکن ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے (مزید تفصیل کے لئے ’’نظریہ ارتقا کی غلطی‘‘ نامی فصل ملاحظہ ہو) ایک جانب یہ نظریہ جانداروں کی حقیقت کے بارے میں سائنسی اور علمی دلائل پیش کرنے سے قاصر رہا ہے تو دوسری جانب بعض جانداروں کی خصوصی اور انفرادی خاصیات کے بارے میں سوالات کے جواب سے بھی عاجز ہے۔ اس پس منظر میں اس کتاب میں ’’جانداروں میں ایثار و قربانی‘‘ کو موضوع بنایا گیا ہے کیونکہ یہ خاصیت سب جانداروں میں تسلسل کے ساتھ پائی جاتی ہے اور مزید برآں ان میں ایک دوسرے سے تعاون، ہمدردی اور امداد باہمی جیسی خاصیات بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

چنانچہ اب نظریہ ارتقا کو کئی سوالوں کا سامنا ہے جن میں سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ:

جانداروں کے آپس کے تعلقات اور ان سے ایسے کاموں کے صدور کی کیا تشریح کی جا سکتی ہے جن سے محبت، ایثار اور ہمدردی کے جذبات بالکل صاف جھلکتے ہیں؟

اگر ہم ڈارون کے نظریئے کے مطابق جسمانی ارتقاء کو مان لیں تو جانداروں کے غیر مادی روحانی پہلو (اگر یہ اصطلاح درست ہو تو) کی کیا تشریح کریں گے؟

ڈارون نے اپنے نظریئے کی بنیاد دو باتوں پر رکھی تھی۔ ایک ’’فطری انتخاب‘‘ مگر اس مفہوم کا موضوعی تحلیل سے کوئی تعلق نہیں اور دوسری بات یہ کہ کائنات کے تمام

جانداروں کی اصل ایک ہے اور ان میں اپنے ماحول کے مطابق ارتقائی انداز میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔ ان میں سے جو جاندار اپنے ماحول سے مطابقت پیدا کر سکے وہ زندہ رہ گئے اور ارتقا کے مراحل سے گزر کر مختلف شکلیں اختیار کر لیں اور جو ایسا کرنے میں ناکام رہے وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ اس لئے ڈارون کے نظریئے کے مطابق باقی رہنے والی یہ مخلوق بہت طاقتور سمجھی جاتی ہے۔

ان مفروضوں کی روشنی میں فطرت کی تعریف ڈارون کے ایک قریبی دوست اور اس کے نظریئے کے پرزور حامی جولیان ہکسلے کے الفاظ میں یہ ہے:

''یہ ایک ایسا اکھاڑا ہے جہاں زیادہ طاقتور اور زیادہ کارگر کو کمزور اور ناتواں سے الگ کیا جاتا ہے جبکہ اس چھانٹی کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں'' (۱) لیکن یہاں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ کیا حقیقت میں بھی فطرت ایسا اکھاڑا ہے جہاں طاقتور اور کارگر انتہائی سنگدلی اور انانیت سے کمزور کو کچل کر زندگی کے کسی روپ کی نمائندگی کرتی ہے؟

اس سوال کا جواب فطری زندگی میں جانداروں کی زندگی کی مختلف شکلوں کو دیکھ کر دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وہ زندگی گزارنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ شکار کرتے ہیں۔ اپنا دفاع کرتے ہیں۔ دوسروں سے چھپتے ہیں...... لیکن زندگی کے اسٹیج پر جاندار صرف اپنی صفات کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ان کی زندگی میں ایسے مناظر بھی ملتے ہیں جو جانداروں کی اپنے بچوں، اپنے ہم جنس جانداروں بلکہ دوسری جنس کے جانوروں کی خاطر جان سپاری کی واضح دلیل فراہم کرتے ہیں۔ مزید برآں اسی روئے زمین پر جانوروں میں ایک دوسرے سے تعاون، ہمدردی اور امداد باہمی اور مصیبت زدہ جانوروں کی امداد جیسے پہلو بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

نظریہ ارتقا، جانداروں کی ان خصوصیات کی تشریح اور ان کے وجود میں آنے کے اسباب کے بیان سے عاجز ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زندگی میدان جنگ نہیں جیسے کہ بعض لوگ اسے سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے وجود نے نظریہ ارتقا کے عجز اور قصور کو بالکل واضح کر دیا ہے اور اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً جب کوئی دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو زیبرا اپنے ریوڑ سے الگ ہو کر دشمن کو اپنے پیچھے لگا کر کیوں بھاگتا

ہے؟ جس سے اس کی جان چلی جاتی ہے اور اس کے ریوڑ کے دوسرے جانور بھاگنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کیا ڈارون کا نظریہ اس کی کوئی تشریح کرسکتا ہے؟ اسی طرح جیسا کہ آگے آپ تفصیل سے پڑھیں گے کہ ''اتارینا'' نامی مچھلی اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر پانی سے نکل کر اپنے انڈے ریتلے ساحل پر پہنچاتی ہے مگر اس کے باوجود ''فطری انتخاب'' اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

آئندہ صفحات میں آپ غیر عاقل جانداروں کے رویوں اور برتاؤ کے سامنے انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ ایسے میں صرف عقلمند اور منصف انسان ان سارے رویوں اور برتاؤ کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رہنمائی کی جانب منسوب کرسکتا ہے جو اپنی مخلوق میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ یہ مضمون اس آیت میں بھی موجود ہے۔

﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ الجاثیہ الآیۃ۔ ۵)

ترجمہ: ''اور بدلنے میں رات دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔''

* * *

جانداروں کے رویہ میں منطقیت

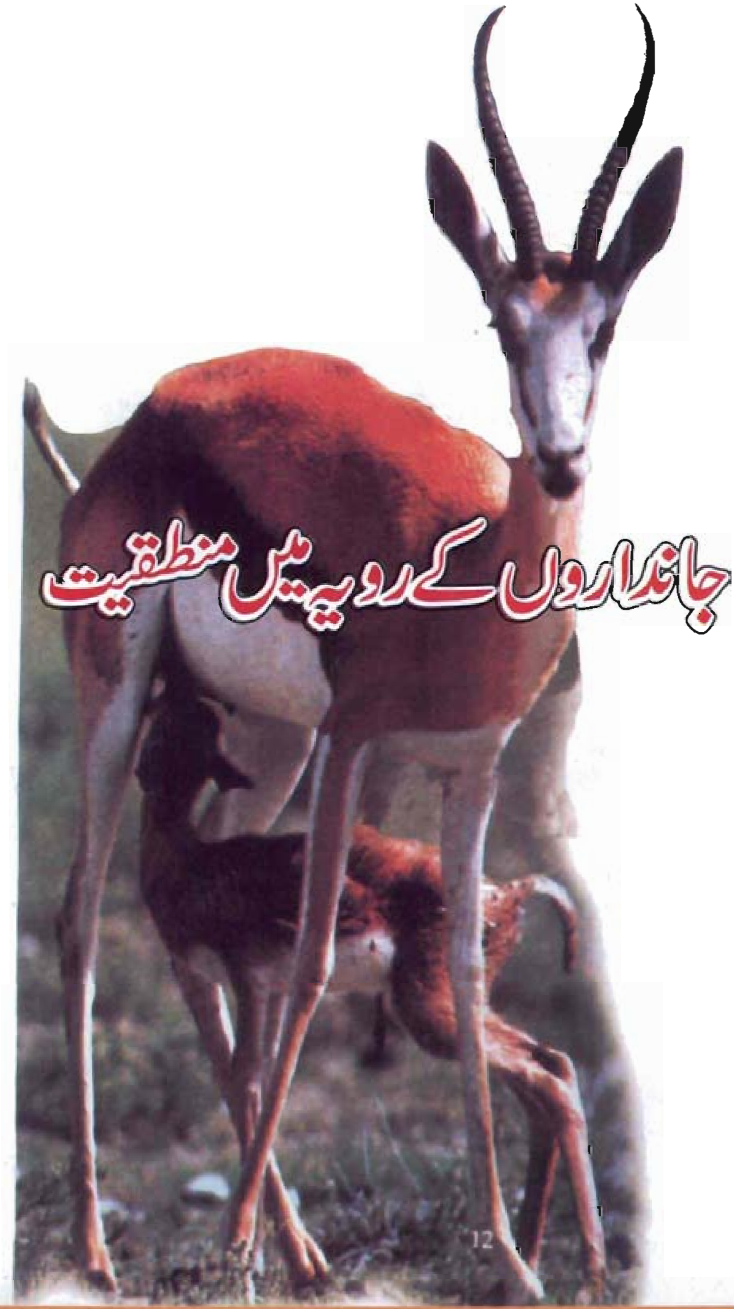

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جانداروں میں، انسان وہ واحد مخلوق ہے جس کے برتاؤ پر عقل و منطق کا سایہ ہے کیونکہ اس کی دوسری جسمانی خصوصیات کے علاوہ عقل و منطق وہ شے ہے جو اسے دوسرے جانوروں سے منفرد کرتی ہے۔ چنانچہ اس کی روشنی میں یہ اپنا محاسبہ، منظم سوچ و فکر، پیش آمدہ واقعات کے بارے میں مناسب ردعمل کا اظہار اور مستقبل کے بارے میں منصوبہ بندی اور کسی خاص ہدف کے لئے کوشاں ہونا فقط انسان کی خاصیت ہے۔ انسان کے علاوہ دوسری جاندار مخلوقات میں یہ صفت نہیں ہے اس لئے ہم جانداروں سے انسان کے برتاؤ اور منصوبہ بندی، مستقبل کا اندازہ و تخمین اور انجینئروں کی طرح حساب کتاب کی توقع نہیں رکھ سکتے۔

اب یہ سوال درآتا ہے کہ بعض جانداروں میں پائی جانے والی اس قسم کی عقلی اور منطقی خاصیات کی تشریح کس طرح کی جا سکتی ہے؟ کیونکہ یہ خصوصیات بعض ایسے جانداروں میں بھی موجود ہیں جن میں دماغ تک نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب سے قبل ایسے بعض حالات کی حقیقت تک رسائی کے لئے قریب سے ان کا مطالعہ ضروری ہے آیئے چند مثالوں پر غور کرتے ہیں۔

سگ آبی (دریائی کتا) ڈیموں کا معمار:

سگ آبی (دریائی کتا) کو سطح پر بیک وقت ماہر انجینئر اور معمار سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنا گھونسلہ انتہائی مہارت سے بناتا ہے مگر اسی وقت اس گھونسلے کے گرد پانی میں زبردست بند بھی اس طرح باندھ دیتا ہے کہ پانی کی تیز اور تند و لہریں، اس کے گھونسلے کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہ مشقت طلب کام وہ غیر معمولی محنت سے کئی مرحلوں میں پورا کرتا ہے۔ سب سے پہلے وہ اپنے کھانے، گھونسلہ بنانے اور بند باندھنے کے لئے درختوں کی شاخوں کی ایک بڑی مقدار یکجا کر لیتا ہے۔ اس کام کیلئے اسے درختوں کو کاٹنا پڑتا ہے جبکہ سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ان شاخوں کو نہایت باریک اور دقیق حساب سے کاٹتا ہے۔ اسی طرح اس کام کو دریا کے ایسے کنارے پر کرنے کو ترجیح دیتا ہے جہاں ہوا کا رخ ان شاخوں کو اس کے گھونسلے کے مقام تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوتا ہو۔

اس جانور کا گھونسلہ ایک زبردست خاکے کے مطابق بنا ہوتا ہے جس میں دو

رستے سطح آب کے نیچے سے جاتے ہیں۔ ان کے اوپر سطح آب سے بلندی پر غذا کا گودام ہوتا ہے اور اس کے اوپر آرامگاہ، جس میں ہوا کے لئے بھی ایک رستہ موجود ہوتا ہے۔

سگ آبی گھونسلے کی بیرونی سطح نہایت مہارت کے ساتھ چھوٹی بڑی شاخوں اور گارے کو ملا کر اس طرح بناتا ہے کہ اس میں کوئی دراڑ، یا سوراخ باقی نہ رہنے پائے۔ سگ آبی کے گھونسلے میں استعمال ہونے والا مواد جہاں ایک طرف اس کو جوڑے رکھتا ہے وہاں دوسری

سگ آبی ایک ماہر انجینئر کی طرح نہایت باریک حساب کے مطابق اپنے گھونسلے کا خاکہ بنا کر ایک ماہر معمار کی طرح اسے عجیب خصوصیات کے ساتھ بناتا ہے۔ درمیان میں بائیں طرف: اپنے گھونسلے کے سامنے بند باندھ رہا ہے۔ درمیان دائیں جانب: سگ آبی کا بنایا ہوا بند۔ نیچے: سگ آبی کا نہایت مہارت سے تیار کردہ گھونسلہ

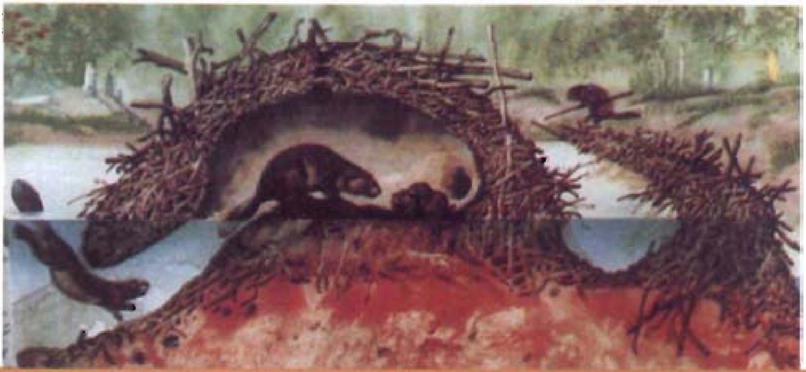

جانب اس کے اندر درجہ حرارت کو بھی معتدل رکھتا ہے۔ اس لئے سردیوں میں درجہ حرارت منفی ۳۵ سینٹی گریڈ تک پہنچ جانے کے باوجود سگ آبی کے گھونسلے کے اندر صفر سے اوپر ہی رہتا ہے۔ اس کے گھونسلے میں ایک غذائی گودام بھی ہوتا ہے جس میں سارے موسم سرما کے لئے خوراک کا ذخیرہ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سگ آبی اپنے گھونسلے کے نیچے نیچے سے جال کی شکل میں دور ستے بھی بناتا ہے جن کے ذریعے وہ خشکی میں ان درختوں تک پہنچتا ہے جو اس کی غذا ہوتے ہیں۔ ان رستوں کا طول تقریباً دو میٹر ہوتا ہے۔

اپنے گھونسلے کی طرح، بند باندھنے کے وقت کے وقت بھی وہ گھاس پھونس اور پتھروں کو اوپر تلے ترتیب سے جوڑتا ہے۔ اس طرح یہ جانور نہایت کوشش کرکے پانی کے دونوں کناروں کو لکڑیوں کی ایک طویل مثلث سے جوڑتا ہے اور اس کی درزوں اور دراڑوں کو ضروری مواد سے بھر کر بند کردیتا ہے۔ یہ سارا کام وہ پانی کی موجوں کے برعکس اپنے گھونسلے پر سوار ہو کر کرتا ہے۔ جونہی بند میں کسی جگہ کوئی دراڑ پڑتی ہے، سگ آبی اسے شاخوں اور مٹی سے دوبارہ بھر دیتا ہے۔ چنانچہ اس طرح یہ بند، پانی کو ایک گہرے تالاب میں بدل دیتا ہے جس کے سبب سگ آبی کا گھونسلہ خوراک کا ایسا بڑا گودام بن جاتا ہے جس میں وہ سارے موسم سرما کی خوراک اکٹھی کرسکتا ہے۔ سگ آبی خوراک اور گھونسلے کی مرمت کے لئے ضروری مواد کی زیادہ مقدار جمع کرنے کے لئے گھونسلے کے اندر پانی کے رقبے کو وسیع بھی کرسکتا ہے اور اس کے اس اسلوب کے سبب اس کا گھونسلہ دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ گویا سگ آبی کا گھونسلہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہوتا ہے جس کے گرد کئی دفاعی خندقوں کی موجودگی کے سبب اس پر حملہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (۲)

گزشتہ صفحات میں جانوروں میں عقلیت اور منطقیت، منصوبہ بندی اور حساب کتاب کی مثال کے طور پر سگ آبی کے برتاؤ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے مگر میرے لئے ان سب مراحل کو فقط سگ آبی کی جانب منسوب کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس میں عقل نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ بتانا ہوگا کہ آخر اس برتاؤ کا منبع اور سرچشمہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینا لازمی ہے۔

بلاشبہ سگ آبی اور آئندہ صفحات میں ذکر کیے جانے والے اس جیسے دوسرے جانوروں کا مرتب، مربوط اور سکہ بند رویہ اور برتاؤ کا سرچشمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے جو ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت اور علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہی ان جانداروں کو الہام کرتا ہے اور وہی ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہاں بے شک برکتوں والا ہے اللہ، بہترین پیدا کرنے والا۔

ریشم کے کیڑے کے مرحلہ وار کام:

یہ بات یقینی ہے کہ سگ آبی وہ واحد حیوان نہیں ہے جو ایک مربوط رویے کا اظہار کرتا ہے بلکہ جانوروں میں اس کی لاتعداد زندہ مثالیں موجود ہیں۔ ابھی ہم جس جاندار کا تذکرہ کرینگے وہ سگ آبی سے بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے اس سے کسی عقلی اور منطقی رویہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اس کے جسم میں عقل وفہم کے وجود کی توقع بھی نہیں۔

یہ جاندار، ریشم کا کیڑا ہے جس کے لعاب سے ریشم بنتا ہے۔ دوسرے کیڑوں کی طرح یہ بھی اپنی عمر کا ابتدائی حصہ اپنے خول کے اندر گزارتا ہے اور جب اس سے باہر آتا ہے تو اپنے آپ کو پتے میں چھپالیتا ہے۔ درخت کے پتے میں چھپنے کا یہ عمل نہایت مہارت اور ترتیب سے ایک منصوبے کے مطابق مرحلہ وار طور پر انجام پذیر ہوتا ہے۔ چونکہ درخت کے پتے کو موڑ کر اس کے اندر چھپنا ایک مشکل کام ہے اس لئے اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

اس کام کا ریشم کے کیڑے کے پاس ایک آسان حل ہے جو اس کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ سب سے پہلے یہ کیڑا پتے کو درخت سے کاٹتا ہے مگر اسے گرنے سے روکنے کے لئے ریشم کے دھاگے سے اسے مضبوطی سے باندھ دیتا ہے۔ بعدازاں پتہ خشک ہوکر سکڑنے لگتا ہے اور چند گھنٹوں بعد مڑ کر ایک پائپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو اس کیڑے کا مسکن بننے کے قابل ہوتا ہے۔

بادی النظر میں ایسا لگتا ہے کہ اس طرح اس جاندار کو ایک پرامن گھر مل گیا۔ یہ بات درست ہے مگر دوسری جانب، درخت کے دوسرے پتوں سے رنگ مختلف ہوجانے کے سبب پرندے اس پتے کی طرف متوجہ ہوسکتے ہیں جس سے اس کیڑے کی زندگی کو خطرہ

لاحق ہوسکتا ہے۔

اس مرحلے پر یہ کیڑا ایک نیا منصوبہ شروع کرتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو پرندوں کا شکار ہونے سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اس مرحلے پر وہ اپنے اردگرد چھ سے سات مزید پتوں کو بھی گزشتہ طریقے سے خشک کر لیتا ہے۔ یہ کام بالکل اسی طرح کرتا ہے جس طرح ماہرین ریاضیات احتمالات کی بنیاد پر دقیق حسابات کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح اپنے اردگرد کے ماحول میں تبدیلی پیدا کر کے وہ کیموفلاج کر لیتا ہے جس سے کسی پرندے کے حملے کے وقت اس کا شکار ہونے کا احتمال صرف ٦/١ رہ جاتا ہے۔ (٣)

بلاشبہ ان سارے رویوں کی بنیاد عقل و منطق پر ہے مگر یہ چھوٹا سا کیڑا یہ سارے منصوبہ بند، مرتب اور عقل و دانش سے بھرپور کام از خود انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اس کے جسم میں خوردبین سے نظر آسکنے والا معمولی سا دماغ اور نہایت معمولی اعصابی نظام ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ کیڑا سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ اس نے یہ سارے کام کسی دوسرے کیڑے سے سیکھے ہوں۔ دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ کیڑا مستقبل کے خطرات کے بارے میں نہیں سوچ سکتا مگر سوال یہ ہے کہ پھر وہ کیموفلاج کو کیسے سمجھتا ہے؟

اگر آپ یہ سوال نظریہ ارتقا کے کسی حامی سے کریں تو وہ اس کا کوئی شافی جواب نہیں دے سکتا بلکہ اکثر اوقات وہ اس مقام پر ”فطری جذبے“ کا سہارا لے لیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جانوروں کے رویہ کو فطری جذبہ کہتے ہیں۔ اس مقام پر فوری طور پر ہمارے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ فطری جذبے کی کیا تعریف ہے؟

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فطری جذبہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعے یہ کیڑا اپنے آپ کو درخت کے پتے کے اندر چھپا لیتا ہے یا جس کے سبب سگ آبی اپنے مخصوص انداز سے اپنا گھونسلہ اور بند تعمیر کرتا ہے۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظام یا کسی کام پر آمادہ کرنے والی قوت جاندار کے جسم کے اندر کسی مقام پر موجود ہے۔

فطری جذبہ کیا ہے؟

نظریہ ارتقا کے حامی ''فطری جذبہ'' کا لفظ جانداروں کی اس صلاحیت کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے ذریعے ولادت کے بعد سے ہی وہ ایک خاص رویہ کا پابند ہو جاتا ہے۔ لیکن جانداروں میں اس فطری جذبے کے وجود اور پہلے فطری جذبے کے ظہور اور اس کی نسل در نسل منتقلی کی کیفیت کے بارے میں کئی سوالات ہیں جن کا تا حال کوئی جواب نہیں دیا جا سکا۔

نظریہ ارتقا کے حامی اور علم جینیات کے ماہر گورڈن ریٹرے ٹیلر (Gordon Rattray Taylor) نے اپنی کتاب "The Great Evolution Mystery" (عظیم ارتقا کا معجزہ) میں ''فطری جذبہ'' کے متعلق سوالات کے جوابات سے نظریہ ارتقاء کے قاصر ہونے کا اعتراف درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

''اگر ہم پہلے فطری جذبے کے وجود یا اس فطری جذبے کی نسل در نسل منتقلی کی کیفیت کے بارے میں استفسار کریں تو اس کا کوئی جواب دستیاب نہیں۔''(۴)

گورڈن ٹیلر جیسے نظریہ ارتقاء پر یقین رکھنے والے بہت سے لوگ اس حقیقت کا اعتراف کرنے کی بجائے ایسے مجہول جوابات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

نظریہ ارتقا کا بڑی تندہی سے دفاع کرنے کے باوجود گورڈن ٹیلر کو فطری جذبے اور ارتقا کے درمیان تعلق کے بارے میں سوالات کا کوئی جواب نہیں مل سکا۔

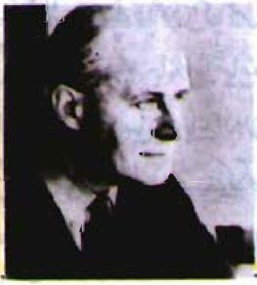

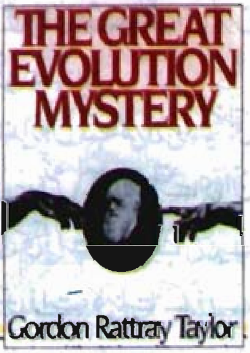

ان لوگوں کے خیال میں ''فطری جذبات'' وہ جین ہوتے ہیں جو ان کے برتاؤ اور چال چلن کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کی اس تعریف کے مطابق اس جذبے کے تحت شہد کی مکھی اپنا چھتہ بہترین ہندسی ترتیب کے مطابق سداسی اکائیوں سے بناتی ہے۔ بالفاظ دیگر شہد کی

تمام مکھیوں میں فطری طور پر ایسے خاص جین موجود ہوتے ہیں جن کے سبب وہ اپنا چھتہ اس معروف شکل کے مطابق بناتی ہیں۔

اس مقام پر ایک عقلمند انسان یہ منطقی سوال پوچھ سکتا ہے کہ جب تمام جاندار اس قدر مربوط پروگرام کے مطابق ایسا برتاؤ اور رویہ اپنانے کے پابند ہیں تو وہ ذات کون ہے جس نے اس رویے کو ترتیب دیا ہے؟ کیونکہ کوئی بھی مربوط پروگرام، پروگرام بنانے والے کے بغیر از خود وجود پذیر نہیں ہوسکتا۔

نظریہ ارتقا کے حامیوں کے پاس اس سوال کا کوئی خاص جواب نہیں چنانچہ وہ ایک اور طریقے سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جانداروں کو یہ جذبہ اصل فطرت سے ملتا ہے جبکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ فطرت، پتھر، مٹی، درختوں اور نباتات کا مجموعہ ہے۔ اب ان عناصر میں سے کوئی چیز ایسی ہے جو جانداروں کو ایسا مرتب پروگرام دینے کی صلاحیت رکھتی ہو؟ فطرت کے کونسے حصے میں ایسی فعال عقل ہے؟ کیونکہ کائنات میں نظر آنے والی ہر چیز مخلوق ہے اور مخلوق، خالق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس کو یوں بھی دیکھ لیجئے کہ کوئی بھی عقلمند انسان کسی خوبصورت تصویر کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ رنگ کس قدر اچھے ہیں جنہوں نے یہ تصویر بنائی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک غیر منطقی دعویٰ ہوگا۔ بالکل اسی طرح مخلوق کے دوسری چیزوں کے خالق ہونے کا دعویٰ بھی غیر منطقی ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ غیر جاندار اشیاء، جانداروں کے اندر از خود یہ منطقی خصوصیات پیدا نہیں کرسکتیں کیونکہ یہ خصوصیات جانداروں کی پیدائش کے وقت سے ہی ان کے اندر موجود ہوتی ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی ذات موجود ہے جس نے ان جانداروں کو انہی خصوصیات کے ہمراہ پیدا کیا ہے اور یہی ذات، کائنات کے ذرے ذرے میں پھیلی لامتناہی عقل و علم کی مالک ہے۔

دوسری جانب کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں جو مخلوق کو اس قدر منظّم طریقے سے چلانے اور اس کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شہد کے معجزے کو جانداروں کی ایک خاص رخ پر رہنمائی کی ایک مثال کے

طور پر پیش فرمایا ہے۔ اس رہنمائی کو ارتقا کے حامی ''فطری جذبے'' کا نام دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جاندار ایک خاص رویہ اپنانے کے پابند ہیں لیکن درحقیقت جانداروں کا رویہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا الہام اور رہنمائی ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۶۸-۶۹)

ترجمہ: ''اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو، بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے، پھر چل راہوں میں اپنی رب کی صاف پڑے۔ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں۔ اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے۔ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرتے ہیں۔''

ارتقاء کے حامی اللہ تعالیٰ کے وجود کے انکار کی خاطر اس حقیقت سے آنکھیں میچ لیتے ہیں حالانکہ وہ جانداروں کے رویوں کو دیکھ چکے ہیں، دیکھ رہے ہیں اور ان کی تشریح کی کوششوں میں مصروف ہیں اور ان کو یقینی طور پر معلوم بھی ہے کہ نظریہ ارتقا اس رویہ کی کوئی منطقی اور عقلی تشریح کرنے سے قاصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں نظریہ ارتقا کے حامیوں کے ہاں بھی اکثر اوقات اس قسم کے جملے پڑھنے کو ملتے ہیں کہ ''اس عمل کی تکمیل کے لئے اعلیٰ درجے کی عقل کی ضرورت ہے جبکہ حیوانات عقل سے محروم ہیں اس لئے سائنس اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے۔''

ریشم کے کیڑے کے رویہ کے متعلق ارتقا کے مشہور پرچارک ہیومار وون ڈتھفورتھ (Hoimar Von Dithfurth) کے الفاظ نقل کرینگے جس کا کہنا ہے:

نظریہ ارتقاء کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ فطرت حقیقیہ، جھیلوں، پہاڑوں، اور درختوں وغیرہ سے مل کر بنتی ہے اور یہی فطرت دیگر چیزوں کو پیدا کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ فطرت کے ان اجزاء میں سے کس جز میں ایسی طاقت ہے جس کے ذریعے وہ سگ آبی کو اپنا گھونسلہ ایسے عجیب طریقے سے بنانے کا جذبہ دے سکتی یا دیگر جانوروں کو مختلف برتاؤ سکھا سکتی ہے؟

درختوں سے جڑے بہت سے پتوں کو کیموفلاج کے لئے استعمال، ایک حیران کن سوچ ہے۔ آخر اس سوچ کا مالک کون ہوسکتا ہے؟ یہ سوچ کس کی ہے جس کے ذریعے پرندے کے اپنے شکار پر حملے کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ریشم کے کیڑے نے یہ زبردست طریقہ موروثی طور پر خود اس سوچ کے مالک سے سیکھا ہوگا...... یہ ساری باتیں زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے کوشاں، انتہائی عقلمند انسان کے پیش نظر رہنی چاہئیں۔ یہ امر ضروری ہے کہ ہم اس حقیقت کو قبول کر لیں کہ ریشم کے کیڑے کے جسم میں اس کے بالکل ابتدائی طرز زندگی کے علاوہ اعصابی نظام بھی نہایت معمولی ہے اور اس کیڑے کو ایسی قدرت کی ضرورت ہے جو اس کو ایک خاص مقصد کیلئے ایک خاص رخ پر کام کرنے کی صلاحیت دے سکے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس قدر ضعیف تکوین کے باوجود ریشم کا کیڑا اپنے دفاع کے لئے ایسا طریقہ کیونکر اختیار کرسکتا ہے؟ جب گزشتہ علماء طبیعیات کو ایسے سوالوں کا سامنا کرنا پڑا تو سوائے ''معجزہ'' کے ان کو اس کی کوئی تفسیر نظر نہ آسکی۔ چنانچہ انہوں نے فطرت کے برعکس ایک قوت کے وجود کو مان لیا یعنی اللہ پر ایمان لے آئے جو مخلوق کو اپنے دفاع کے

لئے مختلف وسائل فراہم کرتا ہے۔ لیکن یہ انداز فکر فطرت پر غور وخوض کرنے والے عالم کی موت کے مساوی ہے۔ جبکہ دوسری جانب جدید سائنس ان مناظر کی ایسی تشریح کرتی ہے جس کا فطری جذبے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ اس نظریئے کے برعکس ہے جسے ہماری اکثریت تسلیم کرتی ہے کہ جانوروں کو یہ رویہ پیدائش کے وقت سے ہی مل جاتا ہے کیونکہ یہ نظریہ اس سوال کا کوئی محدود اور واضح جواب دینے کی بجائے ہماری تحقیق کو مزید پیچیدہ کردیتا ہے کیونکہ ریشم کے کیڑے کے برتاؤ کو عقل کا نتیجہ کہا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ وہ عقل سے محروم ہے۔

ایک بار پھر ہم جانوروں کے معین برتاؤ اور رویہ کی جانب آئیں تو ان رویوں کی عقلی ترتیب ہماری آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ یہ معین برتاؤ جو ہدف مقرر کرنے، مستقبل کی فکر کرنے یا کسی اور جانور کے جانب سے متوقع حملے کے ردعمل کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہ ایک عقل مدبر، کی علامت نہیں تو پھر اس رویہ کی تفسیر کیا ہے؟ (۵)

یہ الفاظ ارتقا کے ایک حامی کے ہیں جو ریشم کے کیڑے کے برتاؤ کی منطقی تحلیل کرنے کی کوشش کررہا ہے لیکن اس قسم کی ساری کتابیں اس دانشمندانہ رویہ کے واضح جواب سے یکسر خالی ہیں یا ان میں ایسے متصادم نظریات پیش کئے گئے ہیں جن کا اختتام بندگلی پر ہوتا ہے اور اس کا اعتراف خود اس نظریئے کے بانی چارلز ڈارون نے بھی کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جانوروں کے برتاؤ اور جذبات کا سوال اس کے نظریئے کی صحت کیلئے ایک واضح خطرہ ہے۔ اس نے یہ بات اپنی کتاب ’’اصل انواع (Origion of the Species’’) میں بار بار واضح طور پر لکھی ہے کہ:

’’اکثر فطری جذبات کا بڑا زبردست اثر ہے اور بڑی حد تک حیرت زا بھی ہیں۔ اس کی پیدائش اور ارتقا کی کیفیت، میرا نظریہ پڑھنے والوں کو اس نظریئے کے مکمل ابطال کے لئے کافی ہوگی۔‘‘ (۶)

ڈارون کے بیٹے فرانسس ڈارون (Francis Darwin) نے اپنی کتاب "The Life and Letters of Darwin" (ڈارون کی زندگی اور خطوط) میں اپنے باپ کے خطوط کی تشریح کی ہے اور ان مشکلات کا ذکر کیا ہے جو اسے ’’فطری جذبات‘‘ کی تشریح

میں پیش آئیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ''اصل انواع'' کے تیسرے باب کی فصل اول میں اس نے جانوروں کی عادات، جذبات اور ان کے آپس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع کو باب کے آغاز میں رکھنے کا مقصد قارئین کی سوچ کو بکھیرنا ہے تاکہ وہ فطری انتخاب کے ذریعے جذبات کے ارتقا کو نہ جھٹلا سکیں۔ ''فطری جذبات'' کا باب ''اصل انواع'' کا ایک مشکل موضوع ہے۔ (۷)

جذبات ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتے:

نظریہ ارتقا کے حامی اس بات پر جھگڑتے رہتے ہیں کہ جانوروں کے اکثر رویے فطری جذبے کا نتیجہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں کہ وہ خود جذبات کی پیدائش، پہلی بار جذبات کے ظہور اور حیوانات کے اندر ان سے متاثر ہونے کی کیفیات کی کوئی تشریح نہیں کر سکتے۔ اگر کسی ''ارتقائی'' پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی جائے تو وہ اس دعویٰ سے چپک جائے گا کہ: ''جانور مختلف طور طریقے تجربے کے ذریعے اپناتے ہیں اور فطری انتخاب کے ذریعے ان میں سے قوی ترین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلے مرحلے میں یہ کامیاب طور طریقے نسل در نسل آگے منتقل ہوتے رہتے ہیں۔'' لیکن اس دعوے میں ایسی منطقی غلطیاں ہیں جن کو عقل قبول نہیں کر سکتی۔ آیئے ان غلطیوں کا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں:

ا۔ فطری انتخاب کے ذریعے مفید طور طریقوں کے چناؤ کے نظریئے میں پوشیدہ غلطیاں:

''فطری انتخاب'' کو چارلز ڈارون کے نظریہ ارتقا کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب جاندار کے لئے مفید اور کارآمد تبدیلی کا انتخاب ہے۔ یہ تبدیلی جانور کے ڈھانچے یا اس کے طور طریقوں میں ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد یہ تبدیلی اس جانور سے اس کی اگلی نسل میں موروثی طور پر منتقل ہوتی ہے۔

اس دعوے میں ایک اور اہم نقطہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، یہ ہے کہ ڈارون کے نظریئے کے مطابق فطرت، مفید اور نقصان دہ میں تمیز کی کسوٹی ہے اور یہی کائنات پر اثر انداز عاقل قوت ہے مگر دوسری جانب جانداروں یا غیر جانداروں میں کوئی ایسی چیز نہیں جو فقط فطری تخلیق یا ہر چیز کے پیدائش کے سبب عقل و منطق اور نافع و ضار میں تمیز کرنے کی

صلاحیت رکھتی ہو۔

درحقیقت ڈارون خود بھی ''فطری انتخاب'' کے ذریعے مفید طور طریقوں کے حصول کو ناممکن سمجھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے نظریئے کا دفاع کرتا ہے جو محض خیال خام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کا یہ نظریہ غیر منطقی ہونے کے باوجود، وہ اس کے دفاع میں لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے الہام کی پیروی، جانوروں کی جانب سے اپنے بچوں سے محبت، ان کی حفاظت اور ان کے دفاع کی واحد تفسیر ہے۔ اس کی ایک مثال یہ تیراک پرندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔

آخر کار یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فطری جذبات کی وجہ سے کبوتر اپنے غیر حقیقی بھائیوں کو اپنے گھونسلے سے نکال دیتے ہیں انہی جذبات کے سبب مکھیوں کا چھتہ کاریگروں، ملکہ اور دیگر شعبوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ صرف فطری اور ذہنی جذبات نہیں بلکہ جانوروں کی دنیا کے دستور کی زندہ تفصیلات ہیں۔ انہی تفصیلات کے سبب ان میں اضافہ اور زیادہ کمزور کے مقابلے میں زیادہ اچھے کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ لیکن مجھے خود یہ نظریہ منطقی نہیں نظر آتا البتہ یہ میرے ذہن میں منڈلانے والے خیالات کے قریب ہے۔ (۸)

نظریہ ارتقا کا ایک اور داعی پروفیسر جمال یلدرم نے ترکی میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ماں کے ممتا کے جذبے کی تفسیر فطری انتخاب کے ذریعے ناممکن ہے۔

اس بارے میں ان کا کہنا ہے:

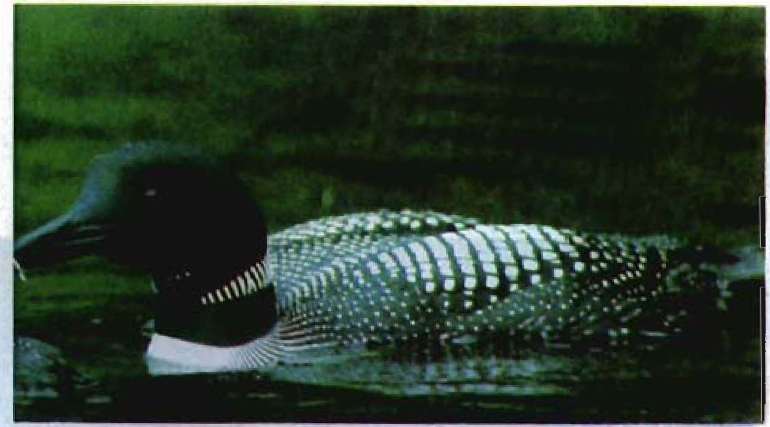

کیا روحانی جذبات سے عاری، فطری انتخاب جیسے اندھے نظام کے ذریعے اپنے بچوں کے لیے ماں کے ممتا کے جذبہ کی تشریح کرنا ممکن ہے؟ بے شک حیاتیاتی سائنسدان جن میں ڈارون کے حامی بھی شامل ہیں، اس سوال کا شافی جواب دینے سے قاصر رہے ہیں۔ (۹)

غیر عاقل جانداروں میں بعض ایسی معنوی خوبیاں ہیں جو وہ اپنے ارادے سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ کوئی ایسی ذات موجود ہو جو، ان کو یہ خوبیاں دے سکے۔ چونکہ فطرت اور فطری انتخاب کا اصول جانداروں کو ایسی صفات سے مزین نہیں کر سکتا کیونکہ خود ان کے اندر اس قسم کی کوئی معنوی خوبی نہیں ہے۔ اس لئے یہ حقیقت سورج کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ تمام جاندار اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور اس کی تدبیر محکم کے سائے تلے ہیں۔ اور انہی اسباب کے پیش نظر ہم فطرت میں جانداروں کے ایسے مختلف طور طریقوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو باعث حیرَت واستعجاب ہوتے ہیں اور ہم یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان جانوروں نے ان طور طریقوں تک رسائی کس طرح حاصل کی؟ اور یہ جانور اس انداز سے کیونکر سوچ سکتا ہے؟

نظریہ ارتقا کی صحت پر یقین رکھنے کے باوجود جمال یلدرم، نظریہ ارتقا کی فکری شکل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتا ہے کہ روحانی اور معنوی جذبات کے بغیر فطری انتخاب کے فرضی طریقے کے مطابق، مادہ جانوروں کے اپنے بچوں کی پرورش کے جذبے کی تشریح کس طرح کی جاسکتی ہے؟

۲۔ فطری انتخاب کے ذریعے مفید طور طریقوں کے توارث کا وہم:

ڈارون کے نظریئے کے حامیوں کا دوسرا قدم یہ دعویٰ ہے کہ مفید اور چنیدہ طور طریقے، فطری انتخاب کے ذریعے نسل در نسل موروثی طور پر جانداروں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ بات بھی کئی وجوہ سے بالکل فضول ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تجربے کے ذریعے حاصل ہونے والے کسی طریقے کو اگلی نسل کی جانب کسی بھی حال میں منتقل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تجربہ صرف اسی نسل کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور اس تجربے کو جانور کی جینیاتی بنیادوں میں ہرگز شامل نہیں کیا جاسکتا۔

گورڈن آرٹیلر (Gordon R.Taylor) عادات واطوار کی نسل در نسل منتقلی کے نظریئے کے برعکس اپنی رائے کا اظہار یوں کرتا ہے:

حیاتیاتی سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ عادات واطوار کی نسل در نسل منتقلی ممکن ہے اور فطرت میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً دوبژینسکی (Dobzhansky) کا دعویٰ ہے کہ جاندار کے جسم کے تمام کام خارجی ماحول میں موجود عوامل اور عناصر کے زیر اثر پیدا ہونے والے توارث کا نتیجہ ہیں۔ اس طرح یہ بات آخر کار تمام قسم کی عادات واطوار اور طور طریقوں کے بارے میں درست ہو جائے گی۔ لیکن خود یہ بات بالکل غلط ہے اور دوبژینسکی (Dobzhansky) جیسے صاحب علم شخص کی جانب سے اس کا غیر منطقی دفاع ایک افسوسناک امر سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ کچھ طور طریقے نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں لیکن اس کو سب عادات واطوار کے لئے عام کر دینا ناممکن ہے۔

اس بارے میں کھلی حقیقت یہ ہے کہ جاندار کے جینیاتی جال کے ذریعے بعض عادات واطوار کی نسل در نسل منتقلی کی کوئی سائنسی دلیل نہیں ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ جین کا کام لحمیات کی تعمیر اور اس سے زیادہ ایسے خامروں کی پیداوار ہے جن کے ذریعے جانور کے عمومی برتاؤ کو قابو میں رکھا جا سکے۔ مثلاً یہ کہ جانور سست کی بجائے چست ہو۔ نوزائیدہ بچے کا تعلق ماں سے زیادہ ہو لیکن ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے جانور کے نہایت ترتیب و تنسیق کے ساتھ گھونسلہ بنانے کا خصوصی رویہ نسل در نسل ہونے کا ثبوت مہیا کیا جا سکے۔

اگر اس کو اسی طرح مان بھی لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ توارث کی ذمہ دار اکائیاں کونسی ہیں؟ کیونکہ ان کو فرض کرنے والے تو بہت ہیں مگر آج تک اس کا جواب کوئی نہیں دے سکا۔ (۱۰)

جیسا کہ گورڈن آرٹیلر (Gordon R. Taylor) نے لکھا ہے کہ پیچیدہ عادات واطوار کے متوارث ہونے کا دعویٰ سائنسی طور پر ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ پرندوں کی جانب سے گھونسلوں کی تعمیر، سگ آبی کی جانب سے بند کی تعمیر اور کاریگر مکھیوں کی جانب سے موم کا پھیلاؤ، مستقبل کی منصوبہ بندی جیسے پیچیدہ طور طریقوں کا پتہ دیتا ہے جس کی نسل

درنسل منتقلی ناممکن ہے۔

چیونٹیوں کی بل میں کام کرنے والی بانجھ چیونٹیوں کا رویہ بھی ایک ناقابل تردید مثال ہے کیونکہ ان چیونٹیوں کا رویہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کے پاس پوری پوری معلومات اور اعلیٰ درجے کا تجربہ ہو۔ لیکن یہ عادت توارث کے ذریعے منتقل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ رویہ ان بانجھ چیونٹیوں میں ہی پایا جاسکتا ہے کیونکہ بانجھ ہونے کے سبب ان کی نسل آگے چل ہی نہیں سکتی۔

جب معاملہ یوں ہے تو پھر ارتقا کے داعیوں سے یہ پوچھا جانا چاہئے کہ نسل میں اضافے کی صلاحیت نہ رکھنے کے باوجود پہلی بانجھ چیونٹی نے اس عادت کو اگلی نسل میں کس طرح منتقل کیا؟ دوسری جانب یہ کاریگر چیونٹیاں ہوں، مکھیاں ہوں یا کوئی اور جانور، یہ سب کروڑوں سال سے ایسے برتاؤ کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں جن سے عقل، صلاحیت، امداد باہمی، ترتیب اور نہایت باریکی کے ساتھ مراحل کی تقسیم کا غماز ہے جبکہ قربانی کا جذبہ اس کے علاوہ ہے حالانکہ یہ مخلوق پہلی بار پیدائش کے بعد کبھی بھی اپنے رویوں کو اگلی نسل کو منتقل نہیں کرسکی۔

دوسری جانب یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ جانداروں نے یہ عادات واطوار اپنی کوشش سے حاصل کئے ہیں کیونکہ زمین پر مکمل حالت میں اپنے وجود کے پہلے لمحے سے ہی وہ اس برتاؤ کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تعلیم کا کوئی مرحلہ نہیں آتا بلکہ ان کا پورا رویہ فطری طور پر ان میں موجود ہوتا ہے اور یہ بات تمام جانداروں پر صادق آتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جانداروں کو یہ برتاؤ اور رویہ کس نے سکھلایا ہے؟ یہی سوال ۱۵۰ سال قبل ڈارون نے بھی کیا تھا مگر ارتقا کے داعی تاحال اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اس بارے میں زبردست تناقض ہے جس کا اظہار خود ڈارون نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”فقط فطرت کے ذریعے عادات واطوار کا حصول اور اس کی اگلی نسل کو منتقلی کو فرض کرنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں چیونٹیوں یا مکھیوں کی عادتیں، ایسے رویئے ہیں جن کو فطرت اور طبیعت سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔“ (۱۱)

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ کاریگر چیونٹی یا کسی اور حشرے نے اپنی ساری خصوصی صفات فطری انتخاب اور تدریجی طریقہ کے ذریعے حاصل کی ہیں یعنی اگر یہ فرض کریں کہ یہ ان خصوصیات کے انتخاب کا عمل ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں اور ہر بار مفید خصوصیات کا ہی انتخاب ہوتا ہے تو ہمارا یہ مفروضہ ناممکن ہو جائے گا کیونکہ کاریگر چیونٹی اپنے ماں باپ سے بڑی حد تک جدا ہوتی ہے کیونکہ یہ بانجھ ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے طور طریقوں کو اگلی نسل کی جانب منتقل نہیں کر سکتی۔ یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ فطری انتخاب کے ذریعے اس حالت کی تشریح کس طرح کی جاسکتی ہے؟ (۱۲)

نظریہ ارتقا پر یقین رکھنے والا ایک اور سائنسدان جمال یلدرم اس تناقض کا اظہار یوں کرتا ہے:

اگر ہم ان حشرات کی مثال لیں جو گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں مثلاً چیونٹیاں اور مکھیاں تو معلوم ہو گا کہ یہ حشرات بانجھ ہیں اور ان کے لئے کوئی بھی حیاتیاتی صفت اگلی نسل کو منتقل کرنا ناممکن ہے حالانکہ وہ اپنے ماحول کے ساتھ حیران کن اور اعلیٰ درجے کی مطابقت کا اظہار کرتے ہیں۔ (۱۳)

سائنسدانوں کے مذکورہ بالا اعترافات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نظریہ ارتقا کے ذریعے ان حیران کن طور طریقوں کی تشریح ناممکن ہے کیونکہ یہ عادات واطوار فطری انتخاب کے ذریعے ملی ہیں اور نہ انہیں اگلی نسل کی جانب منتقل کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ جانداروں کے ارتقاء سے جذبات کے ارتقا کے نظریہ کا سقوط:

نظریہ ارتقا کا دعویٰ ہے کہ کائنات، ارتقا کے ذریعے ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نظریہ کے مطابق رینگنے والے جانور مچھلیوں سے اور پرندے، رینگنے والے جانوروں سے پیدا ہوئے...... لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ جانداروں کی ایک قسم اپنی عادات واطوار کے لحاظ سے دوسری قسم سے بالکل یکسر مختلف ہے کیونکہ رینگنے والے جانور اور مچھلیاں ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا ہیں۔ اس مقام پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا جانداروں کا رویہ بھی، اس کے حیاتیاتی جسم کی طرح ارتقا کے مراحل سے گزرا ہے؟

یہ سوال، نظریہ ارتقا کے داعیوں کے سامنے ایک نہایت مشکل مرحلہ ہے۔ خود ڈارون نے اس تناقض کی جانب اشارہ کیا ہے اور فطری انتخاب کے ذریعے جذبات کے حصول اور ارتقا کے ذریعے ان کی تبدیلی کو ناممکن بتایا ہے۔ اس نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا فطری انتخاب کے ذریعے جذبات کا حصول، ان کی ترقی اور بعدازاں ان کی تبدیلی ممکن ہے؟

جانداروں کی ہر قسم کا ایک خاص رویہ ہوتا ہے جو اسے دوسری اقسام سے منفرد کرتا ہے۔ اس لئے نظریہ ارتقا کے دعوئ کے مطابق یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کا رویہ بھی اسی طرح ارتقائی مراحل سے گزرے جس طرح ان کا جسم گزرا ہے، مگر یہ بات عقل ومنطق کے بالکل خلاف ہے۔

شہد کی مکھی کی جانب سے ماہرین ریاضیات سے عرصہ دراز پہلے، چھتے کی اس ہندسی شکل میں تعمیر کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں؟ اس جذبے کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں؟ (۱۴)

اس قسم کے تناقض کی مثالیں حیوانات کی تمام انواع میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً نسل میں اضافے، شکار، اپنے دفاع اور خصوصی انداز میں اپنے آشیانے بنانے میں مچھلیوں کا اپنا طریقہ کار رہے جو پانی کے ماحول سے بالکل مناسب ہے۔ مچھلی کی کچھ اقسام

اپنے انڈوں کو سمندر کی تہہ میں پتھروں سے چپکا دیتی ہیں اور اس کے بعد ان کو آکسیجن کی زیادہ سے زیادہ مقدار فراہم کرنے کیلئے اپنے گلپھڑوں سے پنکھا جھلتی ہیں، جبکہ پرندے اس غرض کیلئے اپنے مخصوص انداز میں گھونسلے بنا کر انڈوں سے بچے نکلنے کی ایک خاص مدت تک ان کے اوپر بیٹھتے ہیں۔ مگرمچھ جن کو بری جانور سمجھا جاتا ہے۔ ان کا طریق کار اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ اپنے انڈوں کو دو ماہ کے لئے ریت میں دفن کر دیتے ہیں اور یہی انڈوں سے بچے نکلنے کی مدت ہے جبکہ کچھ مچھلیاں سمندر کی تہہ میں موجود پتھروں کے اندر انڈے دیتی ہیں۔

دوسری جانب بہت سے بری جانور، شاخوں اور درختوں کے چھلکوں کی مدد سے اونچے اونچے درختوں پر اپنے آشیانے بناتے ہیں اور پرندے بری نباتات اور گھاس پھونس کی مدد سے اپنے گھونسلے تیار کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ممالیہ جانور، مذکورہ جانوروں سے بالکل مختلف ہیں حالانکہ ارتقا کے حامی ان کو رینگنے والے جانوروں کی ترقی یافتہ شکل کہتے ہیں۔ دوسرے جانوروں کی نسل انڈوں کے ذریعے آگے پھیلتی ہے جبکہ ممالیہ جانوروں کے بچے ان کے پیٹ کے اندر کئی ماہ کی مدت میں بنتے ہیں اور بچے کی پیدائش کے بعد وہ اپنے جسم میں پیدا ہونے والے دودھ سے ان کو غذا فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح جانداروں کی مختلف قسمیں، مختلف انداز سے شکار کرتی ہیں۔ مثلاً بعض جانور ایک طویل وقت تک چھپ کر انتظار کرتے ہیں جبکہ کچھ ماحول سے اپنے رنگ کی مطابقت کو اس کام کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بعض برق رفتاری اور اچانک حملے کو شکار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ بری اور آبی جانوروں میں زبردست فرق ہے اور ہر قسم اپنے ماحول کے فرق کے سبب دوسری سے بالکل منفرد ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی کہ جذبات میں تبدیلی، جانداروں کے ارتقا کے شانہ بشانہ ہونی چاہیۓ۔ مثلاً سمندر کی تہہ میں پتھروں کے اندر انڈے دینے اور اپنے گلپھڑوں سے ان کی حفاظت کرنے والی مچھلی، بری جانور بن جائے اور اس کا ارتقائی جذبہ

﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (الجاثیہ/۴)

(ترجمہ) اور تمہارے بنانے میں اور جس قدر پھیلا رکھے ہیں جانور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں۔

اسے درختوں کی شاخوں پر گھونسلہ بنانے اور ایک مدت تک انڈوں کے اوپر بیٹھنے پر مجبور کرے۔ جبکہ یہ بات بالکل محال ہے۔ یہاں ایک اور ناممکن بات بھی ہے جس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اگر جاندار کا جسم ارتقائی مراحل سے گزرے مگر اس کا فطری جذبہ ارتقا کے بغیر رہ جائے تو جاندار اپنے ترقی یافتہ جسم کے ساتھ اپنے غیر ترقی یافتہ طور طریقوں کے سبب نئے ماحول سے عدم مطابقت کی وجہ سے زندہ نہیں رہ سکے گا کیونکہ سمندر کے اندر چھپنے میں ماہر مچھلی کسی نئے ماحول میں اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کے پاس اپنے دفاع کا کوئی اور مؤثر ذریعہ نہ ہو۔ علاوہ ازیں اس کام کے لئے اس کے پاس وقت کی بھی کمی ہے کیونکہ اسے تسلسل کے ساتھ اپنے طور طریقوں اور جسم کو بدلنا پڑتا ہے ورنہ وہ مر جائے گی اور اس کی نسل فنا ہو جائے گی۔

یہاں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ کوئی بھی غیر عاقل جاندار اتنی جلدی میں ایسی حکمت عملی اپنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا جس کے لئے عقل وشعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ جانوروں کے جسم کے مناسب طرز عمل اور ان گے ماحول کی شرائط کی تشریح کس طرح کی جاسکتی ہے؟ اس بارے میں ڈارون نے اپنی کتاب ’’اصل انواع‘‘ (Origion of the Species) میں اپنے اور پر ہونے والی تنقید کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

’’اصل انواع‘‘ کی اس سوچ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ جاندار کے جسم میں ہونے والی تبدیلی کو اس کے جذبات میں ہونے والی تبدیلیوں کا ہم عصر اور ایک دوسرے کے مطابق ہونا چاہئے کیونکہ ان میں کسی بھی اختلاف کا نتیجہ یقینی موت ہے۔ (۱۵)

گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا کہ جانوروں کے طور طریقوں کی تشریح ارتقائی زمانے، محض اتفاق یا بنیادی فطرت کے اثر کے ذریعے نہیں کی جاسکتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آخر جانداروں نے یہ طور طریقے کس طرح سیکھ لئے ہیں جو ان کی زندگی کی ضمانت ہیں؟

اس کا جواب بالکل واضح ہے کیونکہ جانداروں کی زندگی کے طور طریقوں کا علم رکھنے والا ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ان طور طریقوں کا از خود یا اتفاقات کے سلسلے کے ذریعے وجود میں آنا ناممکن ہے کیونکہ ان عادات اور خصائل کا منبع جانداروں کے اپنے جسم میں ہے اور نہ ان کے ماحول میں۔ اس سے پتہ چلا کہ ایک ایسی قوت ضرور موجود ہے جس کو خالی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہی جانداروں کے رویوں کو رخ دیتی ہے، وہی ان کی زندگی کے مظاہر اور بقا کے اسرار تیار کرتی ہے۔ وہ قوت اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی رحمت ہر چیز کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔

نتیجہ: ہر جاندار اللہ کے حکم سے حرکت کرتا ہے:

گزشتہ صفحات میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ارتقا کے حامیوں کو جانداروں کے رویوں کے بارے میں زبردست اشکالات کا سامنا کرنا پڑا ہے جبکہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ غیر عاقل جاندار مختلف چیزوں میں تمیز کرتے ہیں، واقعات کو ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں اور درست فیصلہ بھی کرتے ہیں حالانکہ ان کے اپنے اندر مختلف مراحل کی منصوبہ بندی اور بہت سے دیگر امور کی صلاحیت ہی نہیں جن کے لئے عقل و خرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ کوئی ایسی خارجی زبردست قوت موجود ہے جو جانداروں کو چلاتی ہے اور انہیں یہ طریقے سمجھاتی ہے۔ ارتقا کے حامی کہتے ہیں کہ جاندار ترتیب کے ساتھ یہ کام کرنے کے پابند ہیں۔ مگر وہ ذات کون ہے جس نے ان کے لئے یہ پروگرام وضع کیا ہے؟ وہ قوت کون ہے جو شہد کی مکھی کو چھتہ بنانے کیلئے موم بچھانے پر مجبور کرتی ہے؟

اس کا جواب بھی واضح ہے کہ اس قسم کی عادات کا از خود یا محض اتفاق سے پیدا ہو جانا ناممکن ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی قوت ضرور ہے جو فطرت پر حکمران ہے اور پوری کائنات پر اثر انداز ہے اور اس قوت کا مالک بے شک اللہ ہے جو پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اس لئے جو نظریہ، جانداروں کی تخلیق کی کیفیت کی تفسیر سے عاجز ہے اسے ان کے رویوں اور طور طریقوں اور ان کے سرچشمے کے سامنے بھی عاجز ہی رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس بارے میں تحقیق بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس تحقیق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی جاندار قواعد و ضوابط کے بغیر زندگی نہیں بسر کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو

24536

جانداروں کو عدم سے وجود میں لاتی ہے، ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے، ہر لمحے ان کی نگرانی کرتی ہے اور اپنی قدرت سے ان کے طور طریقے ترتیب دیتی ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان سب چیزوں کا رب ہے اور یہی حقیقت قرآن کریم میں بھی آئی ہے:

﴿اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (ہود:۵٦)

ترجمہ: ”میں نے بھروسہ کیا اللہ پر، جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ کوئی نہیں زمین پر پاؤں دھرنے والا مگر اللہ کے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی۔ بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر۔“

جانداروں میں قربانی کا جذبہ، ڈارون کے نظریہ ”بقاء اقویٰ“ کا ابطال:

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں کہ ڈارون کے دعوے کی بنیاد ”فطری انتخاب“ پر ہے کہ وہ جاندار جو اپنے ماحول کے سانچے میں ڈھل سکتا ہو وہی اپنی زندگی اور نسل کو برقرار رکھ سکتا ہے اور ماحول کی شرائط پر پورا نہ اترنے والا جاندار لقمہ اجل بن جاتا ہے۔ اس بنا پر، ڈارون کے ”فطری انتخاب“ کے قانون کے مطابق فطرت کی منطقی تعریف یہ ہو گی کہ ”وہ جگہ جہاں جاندار اپنی بقا کے لئے ایک چومکھی لڑائی لڑتے ہیں جس

کے نتیجے میں قوی بچ جاتا ہے اور ضعیف ختم ہو جاتا ہے۔"

اس تعریف کو بنیاد بنایا جائے تو اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لئے ہر جاندار کو اپنی قوت کے لحاظ سے دوسرے جانداروں سے منفرد ہونا چاہئے چنانچہ ایسے ماحول میں ایثار، قربانی اور باہمی امداد جیسی خصوصیات کی بات کرنا، ناممکن ہو جائے گا کیونکہ یہ صفات خود اس جاندار کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اس نظریئے کے مطابق جاندار کو انتہائی خود پسند ہونا چاہیئے اور اس کی سوچ کا دائرہ کار غذا کی تلاش، اپنے مسکن کی تعمیر اور دشمنوں کے خطرے سے اپنی حفاظت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا فطرت واقعی ایسا مقام ہے جس میں کائنات، انتہائی بربریت اور انانیت کے ساتھ ایک دوسرے کو ختم کرنے کے لئے زبردست جنگ میں مصروف ہے؟ اس وقت تک جاری تحقیقات نے نظریہ ارتقا کے اس دعوے کو غلط ثابت کر دیا ہے، کیونکہ فطرت کے ارکان میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو دوسرے کے لئے حد درجے کی قربانی کی غمازی کرتی ہیں۔ جمال یلدرم نے اپنی کتاب "انتہا پسندی اور قانون ارتقا" میں اس کی کچھ مثالیں ذکر کی ہیں۔

جن اسباب کی بنیاد پر ڈارون اور اس کے زمانے کے دوسرے سائنسدان فطرت کو جانداروں کے درمیان ایک میدان جنگ سمجھے، ان کا خلاصہ درج ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

انیسویں صدی میں سائنسدان ایک طویل عرصے تک اپنی تجربہ گاہوں میں مصروف کار رہتے تھے اور کھلے ماحول میں فطرت کا مطالعہ نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کا خیال بڑی آسانی سے اس جانب مائل ہو گیا کہ جاندار آپس میں ایک غیر اعلانیہ لڑائی میں مصروف ہیں۔ حتی کہ ہالے (Haley) جیسا نابغہ روزگار سائنسدان بھی اپنے آپ کو اس وہم سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ (۱۶)

نظریہ ارتقا پر یقین رکھنے والا سائنسدان پیٹر کروپتوکین (Peter Kropotkin) اپنی کتاب "Mutual Aid:A Factor in Evulution" (امداد باہمی: ارتقا کا

ایک عامل) میں ڈارون اور اس کے مؤیدین کی اس غلطی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

ڈارون اوراس کے حامیوں نے فطرت کی تعریف ایسی جگہ سے کی جہاں جاندار آپس میں مسلسل برسرپیکار ہیں۔ حیاتیاتی سائنسدان ہکسلے(Huxley) نے اس کا نقشہ ایک ایسے اکھاڑے کے طور پر کھینچا ہے جہاں حیوانات ایک زبردست لڑائی لڑتے ہیں اوران میں فتح، ذہین اور پھرتیلے کا مقدر ہوتی ہے اور یہی جانور زندہ رہ سکتا ہے تاکہ وہ اگلے دن پھر یہی لڑائی لڑ سکے اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں ہمیں پہلی نظر میں ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ہکسلے(Huxley) کا نظریہ سائنسی نہیں ہے...... (١٧)

یہ حالت اس بات کی گواہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کی بنیاد سائنسی نقطہ نگاہ پرنہیں بلکہ اس نظریئے کے حامی سائنسدانوں پر اپنی خواہش کے مطابق بعض مظاہر کے تجزیئے کے سبب فکری جمود چھایا ہوا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈارون جس جنگ کو

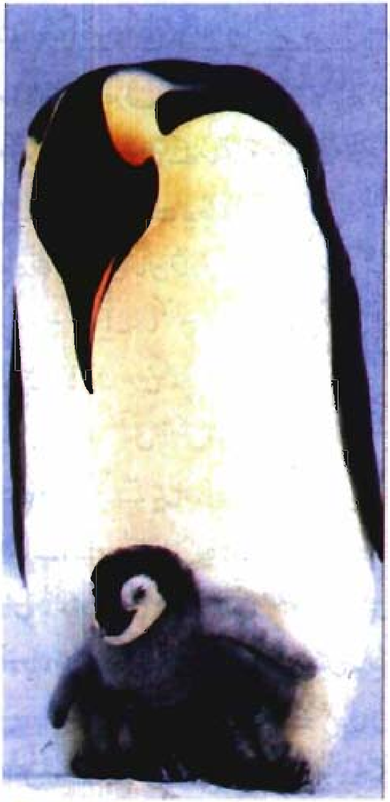

پینگوئین اپنے بچے کی سردی سے حفاظت اوراسے اٹھانے کے لئے کئی ماہ پاؤں کے بل کھڑا رہتا ہے۔

مادہ مگرمچھ اپنے بچوں کو حفاظت کی غرض سے اپنے منہ کے اندر رکھتی ہے۔

کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم جانداروں کو صرف اپنی بقا کے لئے برسرِ پیکار ہی نہیں دیکھتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان میں دوسرے جانداروں کے ساتھ تعاون کے مظاہر بھی نظر آتے ہیں بلکہ اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ بعض اوقات یہ جاندار دوسروں کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس مقام پر ارتقا کے داعی جان نثاری کے ان مناظر کی تشریح سے قاصر ہیں۔

ایک سائنسی جریدے میں شائع ہونے والے ایک مقالے میں ان کی اس عاجزی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

''حقیقی مشکل اس سبب کے اندر پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے جاندار ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، جبکہ ڈارون کا نظریہ کہتا ہے کہ ہر جاندار کو باقی رہنے اور اپنی نسل میں اضافے کے لئے برسرِ پیکار ہونا چاہیے۔ کیونکہ دوسرے جانداروں سے تعاون کے باعث اس جاندار کی اپنی بقا کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ اس بنیاد پر ارتقا کے ذریعے اس رویہ کو ختم ہو جانا چاہیے لیکن جانداروں کے رویہ میں یہ جان نثاری اب بھی موجود ہے۔'' (۱۸)

جانداروں میں ایثار کی ایک معمولی سی مثال کاریگر مکھی کا رویہ ہے۔ یہ مکھی چھتے میں داخل ہونے والی کسی بھی چیز کو یہ جانتے ہوئے بھی ڈنک مارتی ہے کہ اس عمل سے اس کی موت واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کا ڈنگ جسم کے اندرونی حصوں کے ساتھ مضبوطی سے جڑا ہوتا ہے اور ڈنگ جب دوسری کسی چیز کے جسم میں اترتا ہے تو مکھی کے جسم کے اندرونی حصوں کو بھی باہر کھینچ لیتا ہے جس سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مکھی، چھتے میں موجود دوسرے افراد کو بچانے کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دیتی ہے۔

نر اور مادہ پینگوئین مرتے دم تک اپنے گھونسلے کی حفاظت میں لگے رہتے ہیں۔ نر پینگوئین پورے چار ماہ بچے کی حفاظت کی خاطر اپنے پاؤں پر کھڑا جاگتا رہتا ہے اور اس ساری مدت میں وہ کوئی شے نہیں کھا سکتا جبکہ مادہ پینگوئین سمندر سے اپنے حلقوم کے اندر خوراک جمع کر کے بچے کو پہنچاتی رہتی ہے۔ اس طرح یہ جوڑا اپنے بچے کی حفاظت کیلئے جان نثاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الحدید:۱-۲)

(ترجمہ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا اس کے لئے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے

مگرمچھ کو وحشی جانور سمجھا جاتا ہے مگر اس کا اپنے بچوں سے سلوک نہایت حیران کن ہوتا ہے۔ جب مگرمچھ کے بچے انڈوں سے نکلتے ہیں تو مادہ مگرمچھ ان کو اپنے منہ میں جمع کر کے پانی میں لے جاتی ہے اور اس وقت تک ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے جب تک وہ خود مشکلات کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ چھوٹے مگرمچھوں کو جب بھی کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ فوراً اپنی ماں کے منہ میں پناہ لے لیتے ہیں۔ یہ رویہ اس لئے باعث حیرت ہے کہ مگرمچھ جیسے وحشی جانور سے بچوں کی حفاظت نہیں بلکہ ان کو کھا جانے کی امید ہوتی ہے......

جانوروں میں سے بعض مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے شدید خطرے کے باوجود اپنے ریوڑ کو چھوڑ دیتی ہیں۔ جانوروں کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ اپنے نئے پیدا ہونے والے یا انڈوں سے نکلنے والے بچوں کی ایک لمبی مدت تک حفاظت کرتے رہتے ہیں جو چند دن سے لے کر کئی سال پر محیط ہو سکتی ہے۔ اس دوران وہ بچوں کیلئے غذا، رہائش اور گرمی کا مناسب بندوبست کرتے ہیں اور دشمنوں سے ان کا دفاع کرتے رہتے ہیں۔ اکثر پرندے اپنے چوزوں کو دن کے ایک گھنٹے میں 4 سے 20 مرتبہ تک خوراک مہیا کرتے ہیں جبکہ ممالیہ جانور، بچوں کو خوب سیر ہونے تک دودھ پلاتے ہیں۔ دودھ پلانے کی مدت کے دوران بچے کے وزن میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ ماں کا وزن واضح طور پر کم ہوتا جاتا ہے۔

ان حالات میں فطری تقاضا یہ ہے کہ یہ غیر عاقل جانور اپنے بچوں کو ان کے حال پر رہنے دیں کیونکہ وہ ممتا اور شفقت کا مفہوم نہیں سمجھتے مگر اس کے برعکس وہ بڑے عجیب طریقے سے اپنے بچوں کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داری کو نبھاتے ہیں۔

جانداروں کا یہ سلوک صرف اپنے بچوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے گروہ کے دوسرے

افراد سے بھی ہوتا ہے اور اس کو اس وقت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جب خوراک کے ذرائع میں کمی آ جاتی ہے۔ ایسے مشکل حالات میں توقع تو یہ ہوتی ہے کہ طاقتور جانور، ضعیف جانوروں کا خاتمہ کر کے ساری خوراک پر خود قابض ہو جائے مگر عملاً جو کچھ ہوتا ہے وہ ارتقا کے داعیوں کی امید کے برعکس ہے۔

کروپتوکین نظریہ ارتقا کے حامی ہونے کے باوجود اس کی کئی مثالیں ذکر کرتے ہیں/ مثلاً جب خوراک کے ذرائع میں کمی آ جاتی ہے تو چیونٹی اپنی ذخیرہ شدہ خوراک کھانا شروع کر دیتی ہے جبکہ پرندے ٹولیوں کی شکل میں دوسرے علاقوں کی جانب ہجرت کر جاتے ہیں اور جب ایک ہی دریا پر سگ آبی کی بڑی تعداد جمع ہو جائے تو ان میں سے جوان، شمال کی جانب اور عمر رسیدہ دریا کے جنوب کی جانب چلے جاتے ہیں۔ (۱۹)

ان مثالوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جانوروں میں خوراک کے لئے کوئی جنگ و جدل نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ان میں نہایت مشکل حالات میں قربانی اور ایثار کے مظاہر دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ جانور اکثر اوقات حالات کی شدت میں کمی لانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ ان جانداروں میں کوئی ایسا جاندار نہیں جس کے پاس یہ فیصلہ کرنے اور ایسا نظام تشکیل دینے کے لئے سوچنے کی صلاحیت ہو۔ ایسے میں ان جانوروں کے گروہوں کے شکل میں رہنے، ایک مشترک ہدف کی تعیین اور اس کے حصول کے لئے اجتماعی کوشش کی تفسیر کیسے ممکن ہے؟ یقیناً ان جانوروں کو پیدا کر کے ان کو ان کے لئے مفید کام سمجھانے اور ان کی حفاظت کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جس نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ھود:٦)

ترجمہ: ”اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں۔“

ان حقائق کے سامنے ارتقا کے سارے دعوے پیوند زمین ہو جاتے ہیں کہ فطرت

ایک میدان جنگ ہے جس میں خود پسند اور مطلب پرست کے علاوہ کوئی نہیں جی سکتا۔ اس بارے میں جون مینارڈ سمتھ (John Maynard Smith) نے خود ارتقا کا حامی ہونے کے باوجود، جانوروں کے اس قسم کے برتاؤ سے متعلق اپنے ہمعصروں سے سوال کیا ہے کہ ”اگر فطری انتخاب، یعنی جاندار کے لئے ایسی مفید صفات کا انتخاب جو اس کی بقا اور اس کی نسل میں اضافے کی ضامن ہوتی ہیں کو مان لیا جائے تو بعض جانوروں میں پائے جانے والے جذبہ جان نثاری کی تشریح کس طرح کی جائے گی؟“ (۲۰)

نسل کو برقرار رکھنے کا جذبہ:

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکا کہ ارتقا کے داعی جانوروں کے ایثار کے جذبے کی کوئی تشریح کرنے سے قاصر ہیں جبکہ فطرت میں جان نثاری اور ایثار کی اتنی مثالیں موجود ہیں جو نظریہ ارتقا کی فکری بنیادوں کو ڈھا دینے کے لئے کافی ہیں۔ چنانچہ اسٹفن جے گولڈ (Stephen Jay Gould) ایثار کو، ارتقا کو درپیش پریشان کن اور سخت مشکل قرار دیتا ہے۔ (۲۱)

دوسری جانب گورڈن ٹیلر (Gorden Taylor) اس جذبے کو نظریہ ارتقا کو درپیش زبردست رکاوٹ کہتا ہے جو اس بارے میں ان لوگوں کو درپیش فکری مشکل کا پتہ دیتی ہے۔ جانوروں میں موجود قربانی اور شفقت کے یہ جذبات ان لوگوں کی سوچ اور فلسفے کی کمر توڑ دینے کے لئے کافی ہیں جو فطرت کو صرف مادے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسے محض اتفاقات کا ثمر سمجھتے ہیں۔

ارتقا کے بعض غالی حامی ان مظاہر کی ایک اور تفسیر کرتے ہیں جسے وہ ”خود پسند جین“ کا قانون کہتے ہیں۔ اس سوچ کا بانی ہمارے زمانے کا ایک غالی ارتقائی رچرڈ ڈاکنز (Richard Dawkins) ہے۔ اس کے خیال میں جانوروں میں ایثار کا جذبہ صرف ان کی خود پسندی اور انانیت کا نتیجہ ہے۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی جانور، قربانی دوسروں کو بچانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے جین کی حفاظت کے لئے دیتا ہے۔ مثلاً ماں جب اپنے بچوں کا دفاع کرتی ہے تو درحقیقت وہ اپنے جین کی حفاظت کر رہی ہوتی ہے کیونکہ اس بچے کی

حفاظت سے وہ اپنے جین اگلی نسل کو منتقل کر سکتی ہے۔ اس بنا پر انسان سمیت سارے جاندار ایسی مشینیں بن جاتے ہیں جو جین پیدا کرنے اور ان کو اگلی نسل کو منتقل کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔

ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جاندار اپنی نسل کو برقرار رکھنے اور اپنے جین، اگلی نسل کو منتقل کرنے کے پابند ہیں۔ اس لئے وہ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جو اس ہدف کے لئے مناسب ہو۔ ان کی اس سوچ اور جانداروں کے رویہ کی تفسیر کی ایک مثال ہم حیاتیات کی ایک ایسی کتاب کے اقتباس سے پیش کرتے ہیں جو اس نظریئے کے مطابق ہے۔ اس کتاب کا نام "Essefials of Biology" (مبادیات حیاتیات) ہے۔ کتاب کے الفاظ درج ذیل ہیں:

دوسروں کو بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کی تفسیر کس طرح کی جا سکتی ہے؟ ایثار پر مبنی بعض رویوں کا سرچشمہ خود پسند جین ہوتے ہیں۔ اس بات کا بڑا احتمال ہے کہ جانوروں کا اپنے بچوں کو خوراک کی فراہمی کے لئے خطرات سے دوچار ہونے کا جذبہ محدود جینیاتی پروگرام کے مطابق ہے۔ کیونکہ ان کے اس برتاؤ کا مقصد، ماں باپ سے اولاد کی جانب جین کی بحفاظت منتقلی ہے جہاں سے وہ اگلی نسل کی جانب منتقل ہونگے۔ جانداروں کی جانب سے اپنے دشمنوں کے خلاف ردعمل کا اظہار ایک خاص ہدف کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ جانوروں کے برتاؤ کا یہ مخصوص پروگرام، بو، آواز، ظاہری شکل وصورت اور دیگر شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ (۲۲)

اگر ہم گزشتہ الفاظ پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ لکھنے والے کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جاندار اپنے برتاؤ کے دوران بغیر سوچے سمجھے کسی معین ہدف کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں کیونکہ ان کو یہی برتاؤ اپنانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ مگر یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ہدف یا پروگرام کا سرچشمہ کیا ہے؟ کیونکہ جس جین کے بارے میں ہم لکھ رہے ہیں وہ معلوماتی کوڈوں کا ایک مجموعہ ہوتا ہے جس میں سوچنے کی

﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (الشعراء:۲۸)

"کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔"

صلاحیت نہیں ہوتی حالانکہ اسے ذہانت اور عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کسی جانور کو قربانی پر مجبور کرنے والا جین اس کو ایثار کا حکم نہیں دے سکتا۔ مثلاً کمپیوٹر بنانے والے نے اسے اس طرح تیار کیا ہے کہ جب اسے بند کرنے کے بٹن کو دبایا جائے تو وہ بند ہو جائے۔ چنانچہ پتہ چلا کہ کمپیوٹر خود بخود بند ہوسکتا ہے اور نہ بند کرنے کا بٹن، بٹن دبانے والے کے بغیر صرف اس لئے کام نہیں کرسکتا کہ کسی نے اسے کمپیوٹر کو بند کرنے کے لئے بنایا ہے۔

معلوم ہوا کہ جانداروں میں ایسے جین موجود ہیں جو ان کو اپنی جان کی بازی لگا دینے پر مجبور کرتے ہیں اور دوسری جانب کوئی ایسی قوت بھی ہے جس نے ان جینوں کو اس کام کے لئے بنایا ہے اور یہی قوت جانداروں کو ہر لمحے اور ہر آن حکم دیتی رہتی ہے، ان کی نگرانی کرتی ہے اور ان کو ایک خاص رویہ پر چلاتی ہے۔ یہ قوت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (النحل:۴۹:۵۰)

ترجمہ: ”اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔“

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق:۱۲)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمین بھی اتنی ہی اترتا ہے اس کا حکم ان کے اندر تا کہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز کرسکتا ہے اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ہر چیز کی۔“

جاندار صرف ہم جنسوں کے لئے نہیں بلکہ دوسرے جانداروں کیلئے بھی ایثار کرتے ہیں:

اس کتاب کے تیسرے باب میں ہم اس مظہر کی کئی تفصیلی مثالوں کا تذکرہ کریں گے جو نظریہ ارتقا کے لئے ایک بڑی مشکل ہے۔ کیونکہ ان مثالوں میں ”جین کی منتقلی کی حفاظت“ کا مشترک ہدف موجود نہیں ہے۔ اس نظریئے کے حامی رسالے "Scientific

"American نے جانداروں میں باہمی تعاون کا تجزیہ یوں کیا ہے:

> جینیاتی طور پر ایک دوسرے کے قریب نہ ہونے کے باوجود، جانداروں میں تعاون کی ایک زندہ مثال دو، نر لنگوروں میں تعاون ہے کہ جب ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو ان میں سے ایک کسی تیسرے لنگور کو مدد کے لئے پکارتا ہے۔ مدد طلب کرنے والا لنگور سر کو آگے پیچھے ہلا کر اپنے معاون اور دشمن کے درمیان فرق کرتا ہے۔ کچھ لوگ اس عمل کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ وہ لنگور سر ہلا کر مدد کو آنے والے لنگور سے مستقبل میں کسی مشکل کے وقت اس کے حق کا اقرار کرتا ہے۔ مگر یہاں بھی نظریہ ارتقا، نر لنگوروں میں لڑائی کے دھوکے کو روکنے کی کیفیت، دوسری بار مدد طلب کرنے اور یہ برتاؤ اختیار کرنے کی کوئی تفسیر پیش کرنے سے قاصر ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوقات کو الہام کرتا ہے اور ان کو اپنی جان کی بازی لگا کر یہ رویہ اپنانے کا حکم دیتا ہے۔ (۲۳)

آئندہ صفحات میں ہم مختلف جانداروں کی جانب سے روا رکھے جانے والے ایثار، قربانی، شفقت اور رحمدلی کے رویہ کی مثالیں پیش کریں گے۔ قاری کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جانداروں کو قربانی، شفقت اور رحمدلی کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

پس برکتوں والا ہے اللہ، جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

* * *

ایک خاندان کے اندر جانداروں کی قربانیاں

جانوروں کی کچھ اقسام ساری زندگی یا زندگی کا ایک بڑا حصہ دوسرے جانوروں کے ساتھ گزارتی ہیں۔ اس مجموعے کو ''خاندان'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً پینگوئین اور پیلیکان پوری زندگی اپنے جوڑے کے ساتھ گزارتے ہیں جبکہ شیرنیاں اور ہتھنیاں اپنی ماؤں یا نانیوں کے ہمراہ رہتی ہیں۔ (۲۴) عام طور پر مذکورہ ممالیہ جانور اپنے خاندان بناتے ہیں جو، نر، مادہ اور بچوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خاندان کی تشکیل کے بعد بالغ نر جانور کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور اسے اکیلے رہنے والے نر جانوروں سے زیادہ شکار کے لئے جانا پڑتا ہے اور اپنے علاوہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کا بھی دفاع کرنا پڑتا ہے جبکہ بچوں کی حفاظت کیلئے زبردست قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

دوسری جانب خاندان کی تشکیل اور دفاع کے لئے بڑی کوشش اور سارا چین سکون برباد کر کے زبردست خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ سارا عمل ایک اہم سوال کو جنم دیتا ہے کہ آخر جانور اس مشکل رستے کا انتخاب کیوں کرتے ہیں؟

جانوروں کی جانب سے خطرات سے پُر اس رستے کا انتخاب ڈارون کے اس نظریئے کی دھجیاں اڑا دیتا ہے کہ زندگی زیادہ طاقتور اور موت، زیادہ کمزور کا مقدر ہوتی ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم متعدد مثالوں کے ذریعے اس بات کا مشاہدہ کرینگے کہ فطرت میں موجود کمزور جانور کس طرح موت کا مقابلہ کرتے ہیں اور طاقتور جانور کس اعلیٰ درجے کی قربانی اور ایثار کے جذبے سے ان کمزور جانوروں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک خاندان کے جانور ایک دوسرے کو کس طرح پہچانتے ہیں؟

ایک ہی خاندان میں رہنے والے افراد کے درمیان کوئی ایسا ذریعہ ہونا چاہئے جس سے وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اس ذریعے کے واسطے سے بڑے گروہوں اور آبادیوں کی شکل میں رہنے والے جاندار اپنے بچوں، اپنے جوڑوں، اپنے ماں باپ اور بھائیوں کو پہچانتے ہیں۔ مختلف جانوروں کے درمیان تعارف کا ذریعہ بھی مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً زمین پر گھونسلے بنانے والے پرندے اپنے بچوں کو آواز اور خارجی شکل وصورت کے واسطے سے پہچانتے ہیں۔ سمندری بگلا بھی انہی پرندوں میں شامل ہے جو رنیکا نامی مچھلی پر گزر بسر کرتا ہے۔ یہ پرندہ بڑے بڑے گروہوں کی صورت میں رہتا ہے اور اس شدید بھیڑ میں نظروں سے پوشیدہ ہونے کے باوجود بھی اپنے چوزوں کو ان کی آواز سے پہچان لیتا ہے اور جب کوئی اور چھوٹا پرندہ ان چوزوں کی جگہ آتا ہے تو یہ فوراً اسے وہاں سے بھگا دیتا ہے۔ (۲۵)

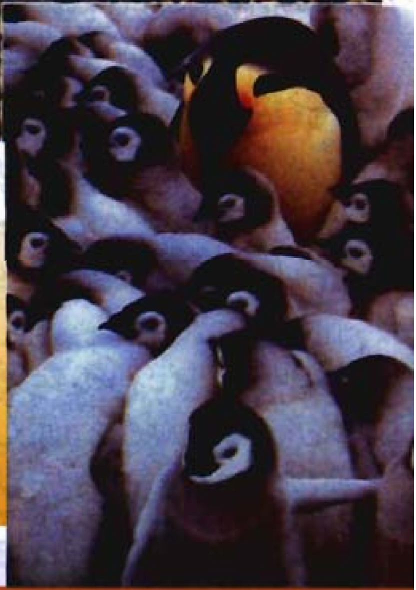

جب بڑے پینگوئین شکار کے لئے چلے جاتے ہیں تو چھوٹے بچے ایک دوسرے سے جڑ کر رہتے ہیں جس سے وہ شدید سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ سوال اہم ہے کہ رنگ ایک جیسا ہونے کے باوجود واپسی پر پینگوئین اپنے اپنے بچوں کو کس طرح پہچان لیتے ہیں؟ اللہ تعالی نے پینگوئین کو آوازوں میں تمیز کرنے کی صلاحیت دی ہے اور اس کے ذریعے وہ اپنے بچوں کو پہچان لیتے ہیں۔

ممالیہ جانور، اپنے بچوں کو بو کے ذریعے پہچانتے ہیں۔ ماں اپنے بچے کو پیدائش کے فوراً بعد سونگھتی ہے اور بعد میں یہی بو اس کی پہچان کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ (۲۶)

پینگوئین، پہچان میں سب سے کامیاب جانور سمجھا جاتا ہے کیونکہ ہمیں بالکل ایک جیسے پرندوں کے بیچ ایک پرندے کو پہچاننا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ پینگوئین اور خصوصاً اس کی مادہ بغیر کسی غلطی کے اپنے بچے کو فوراً پہچان لیتی ہے حالانکہ وہ خوراک کی تلاش میں 2 سے 3 ماہ تک غائب رہتی ہے۔ واپسی پر اسے ہزاروں پرندوں میں سے اپنے نر اور بچوں کو تلاش کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آتی۔

اس سے زیادہ حیران کن امر یہ ہے کہ پینگوئین سمندر کی جانب جاتے ہوئے اپنے بچوں کو کنڈر گارٹن کی طرح ایک جگہ جمع کر کے چلے جاتے ہیں جہاں وہ ایک دوسرے سے جڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ عمل سردی سے بچاؤ اور بچوں کی زندگی کی حفاظت کے لئے بہت اہم ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک غائب رہنے کے بعد نر پینگوئین اپنی مادہ یا بچوں کو کس طرح پہچانتا ہے۔ اس چیستان کا حل یہ ہے کہ ماں باپ اونچی اونچی آوازیں نکالتے ہیں جس کو سن کر بچے انہیں پہچان لیتے ہیں۔ (۲۷)

بلاشبہ آواز ہزاروں پینگوئنوں کی بستی میں ایک دوسرے کی پہچان کا سب سے کامیاب ذریعہ ہے۔ لیکن ایک دوسرے سے بڑی حد تک مشابہت رکھنے والے ان پرندوں کو مختلف آوازیں کس طرح ملیں؟ ان پرندوں کو آوازوں میں تمیز کی صلاحیت کہاں سے ملی؟ یہ بات ناممکن ہے کہ ان کو یہ صلاحیت اپنے ارادے سے ملی ہو۔ تو پھر وہ قوت کون ہے جس نے ان کو یہ صلاحیت بخشی ہے؟

فطرت کے عناصر میں سے کس عنصر نے یہ ذمہ داری نبھائی؟ قطبی علاقے نے برف نے یا چٹانوں نے؟ اس کا جواب بالکل نفی میں ہے۔ کیونکہ ارتقا کے حامی جن عناصر کے بارے میں یہ بات کرتے ہیں وہ خود مخلوق ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ پینگوئین کو مختلف آوازیں اور ان میں فرق کرنے کی صلاحیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دی ہے جس نے اس

معجزانہ طریقے سے ان کی زندگی کو آسان بنایا ہے۔

اکثر ممالیہ جانور، پیدائش کے فوراً بعد اپنے بچوں کو صاف کرنے کے لئے چاٹتے ہیں اور اس دوران ماں اپنے نوزائیدہ بچے کی بو کو بھی محسوس کر لیتی ہے۔ بعد ازاں اس بو کے ذریعے وہ دیگر جانوروں میں سے اپنے بچے کو پہچانتی ہے۔

بچوں کیلئے تمام سہولتوں سے آراستہ گھونسلے:

جانوروں کے گھونسلے اور مسکن ان کے بچوں کی حفاظت اور پرورش میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ مختلف جانور، زبردست تکنیکی تفصیلات کے ساتھ مختلف قسم کے آشیانے بناتے ہیں۔ اکثر اوقات جانور ایک ماہر انجینئر اور معمار کی طرح کام کرتے ہیں۔ یہ جانور آشیانے کے اندر تمام ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں پیش آنے والی ہر مشکل کا کوئی ماہرانہ حل نکال لیتے ہیں۔ اگر یہ کام جانوروں کا جوڑا کر رہا ہو تو وہ حیران کن طور پر باری باری کام کرتے ہیں۔ نئے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے بنائے جانے والے آشیانوں کو خصوصی طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ ان غیر عاقل جانوروں کی آشیانہ سازی کی تکنیکی مہارت بیک وقت تعجب خیز اور حیرت زا ہوتی ہے۔ آئندہ صفحات میں آنے والی مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام فقط جانوروں کی معمولی ذہانت کے بل پر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جانور انڈے یا بچے دینے کے لئے اپنے مسکن اور گھونسلے کی منصوبہ بندی کر کے اس کام کے آغاز سے قبل کئی مراحل سے گزرتے ہیں۔ جانور اپنے گھونسلے بلا سوچے سمجھے ہر جگہ نہیں بنا دیتے بلکہ اس کے لئے سب سے پرامن مقام کا انتخاب کرتے ہیں۔

گھونسلہ بنانے کا طریقہ انتخاب، جانور یا پرندہ اس کام کے لئے موجود ابتدائی اور اپنے خارجی ماحول کے حالات کے مطابق کرتا ہے۔ مثلاً آبی پرندے، سطح سمندر کے اوپر تیرنے والی گھاس پھونس کو اس غرض کے لئے استعمال میں لاتے ہیں اور گھونسلہ اس طرح بناتے ہیں کہ وہ سمندری لہروں کا مقابلہ کر سکے جبکہ اونچی گھاس کے علاقے کے پرندے، ہواؤں کے زور سے بچنے کیلئے اپنے گھونسلے گہرے اور کشادہ بناتے ہیں۔ دوسری جانب صحرائی پرندے اپنے گھونسلے ایسے مقامات پر بناتے ہیں جن کا درجہ حرارت ماحول کے درجہ حرارت سے دس درجے تک کم ہوتا ہے بصورت دیگر ماحول کے ۴۵ درجے، حرارت کے سبب انڈوں کے اندر بچے یقیناً مر سکتے ہیں۔

گھونسلے کے لئے مناسب جگہ کے انتخاب کے لئے بڑے علم اور ذہانت کی ضرورت ہے مگر ان جانوروں میں سمندر کی موجوں یا صحرا کے بلند درجہ حرارت کے سبب ان کے گھونسلے کو پہنچ سکنے والے نقصان کا اندازہ کرنے کی صلاحیت نہیں۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ یہ مخلوق عقل و دانش سے عاری ہے مگر اس کے باوجود اس قدر منطقی برتاؤ کا اظہار کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر اس کی تخلیق اس قدر کامل ہے اور تخلیق کا یہ کمال صرف اللہ کا ہے۔

پرندہ اپنا گھونسلہ کروی شکل میں بناتا ہے جو درخت کی شاخ سے لٹکتا رہتا ہے اور اس کی تعمیر میں مختلف قسم کی چیزیں استعمال کرتا ہے۔

انڈے سے بچے کے نکلتے ہی اس کا زبردست خیال رکھا جاتا ہے اور بڑے جانور اپنا اکثر وقت بچوں کی حفاظت میں گزارتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پرندے صرف بچوں کے لئے گھونسلہ نہیں بناتے بلکہ ان کو دشمن کی نظروں سے محفوظ رکھنے کے لئے کئی اور گھونسلے بھی بنا دیتے ہیں۔ اس لئے اس میں ذرا شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ طور طریقے جانور کی سوچ کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ دشمن کو دھوکہ دینے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مثلاً درخت کی گھنی

شاخوں یا کانٹے دار درختوں کے اوپر آشیانے کی تعمیر۔

بعض پرندے انڈے دینے کیلئے خصوصی گھونسلے بناتے ہیں اور ان کے دروازوں پر ماحول میں موجود گارے کی مدد سے ایک حفاظتی دیوار کھڑی کر دیتے ہیں۔ اگر گارا دستیاب نہ ہو تو اپنے جسم سے ایک خاص مائع نکال کر اس کو مٹی میں ملا کر اس کے لئے گارا تیار کرتے ہیں۔

پرندوں کی اکثر اقسام درختوں کے چھلکوں اور گھاس وغیرہ کے استعمال سے عجیب وغریب قسم کے گھونسلے بناتی ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ زندگی میں پہلی بار انڈے دینے والا پرندہ بھی کسی سابقہ تجربے کے بغیر نہایت مہارت سے اپنا گھونسلہ تیار کرتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ جانوروں کی یہ اعلیٰ صلاحیتیں از خود وجود میں نہیں آئیں تو پھر سوال یہ ہے کہ وہ طاقت کون ہے جس نے پرندوں اور جانداروں کو اس حیران کن طریقے سے گھونسلے بنانے کا فن سکھایا ہے؟ جانداروں میں یکبارگی یہ صلاحیت کس طرح پیدا ہو جاتی ہے؟

جانداروں کی صلاحیت کے متعلق ایک اور خاص بات یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں موجود ایک قسم کے پرندوں کے گھونسلوں کا خاکہ بالکل یکساں ہوتا ہے اور دوسرے پرندوں سے بالکل منفرد ہوتا ہے۔ یہ امر اس کی واضح دلیل ہے کہ کوئی ایک قوت ایسی ہے جو، ان جانداروں کو زندگی کے متعلق خاص صلاحیتیں دیتی ہے اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بے کراں علم وقوت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق کو یہ زبردست صلاحیتیں ودیعت فرماتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (فاطر: 11)

(ترجمہ) ”اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے۔ پھر بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے بن خبر اس کے اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں بیشک یہ اللہ پر آسان ہے“

پرندوں کے گھونسلے بنانے کے عمل

میں صرف اس کی منصوبہ بندی ہی قابل توجہ امر نہیں بلکہ نر اور مادہ پرندے میں تعاون اور قربانی کا جذبہ بھی بہت قابل غور ہے۔ مثلاً پرندے صرف اپنے لئے گھونسلے ہی نہیں بناتے بلکہ دشمن کو دھوکا دینے کیلئے اضافی گھونسلے بنانے میں بھی اپنی قوت صرف کرتے ہیں۔ (۲۸)

اگر ہم آشیانہ سازی کے عمل پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ پرندہ اس کام کی تکمیل کے لئے کیسے کیسے کٹھن مراحل سے گزرتا ہے۔ کس قدر تکلیف اٹھاتا ہے اور کیسی جاں نثاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایک پرندہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے ایک گھونسلہ بنانے کی خاطر سینکڑوں پروازیں کرتا ہے جبکہ حقیقی گھونسلے کے لئے محنت اس کے علاوہ ہوتی ہے کیونکہ پرندہ اپنی چونچ میں آشیانے سازی کے لئے درکار چیزوں میں سے ایک یا دو ہی اٹھا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود پرندہ کسی قسم کی اکتاہٹ محسوس کرنے کی بجائے نہایت صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس دوران اگر تھک بھی جائے تو وہ اپنی چونچ میں موجود چیز کو چھوڑتا ہے اور نہ گھونسلے کی تعمیر میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت کرتا ہے۔

ڈارون کے نظریئے اور فطری انتخاب کے قانون کے مطابق جاندار نہایت خود غرضی کے ساتھ صرف اپنے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ اگر جانداروں کے ماحول کو ڈارون اور اس کے حامیوں کے نظریئے کے مطابق میدان جنگ فرض کرلیا جائے تو یہ جاندار اتنی ناتواں مخلوق کی حفاظت کی خاطر اس قدر حیران کن اور زبردست جدوجہد کس طرح کرسکتے ہیں؟ اس قسم کے سوالات نے ڈارون کا قانون فطرت کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے اور نظریہ ارتقا اور لادینوں کے دعوے ان کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

ان سب سوالوں کا واحد جواب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کو قربانی، صبر وثبات، استقامت اور عزم مصمم سے نوازا ہے۔ اس نے یہ ساری صلاحیتیں اس لئے بخشی ہیں کہ طاقتور جانور، کمزوروں کی حفاظت کریں تاکہ فطرت کا توازن اور جانداروں کی نسل جاری رہے اور فطرت کی یہ خوبصورت تصویر انسانی کوششوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کھلی دلیل ہو۔

آئندہ صفحات میں جانداروں کی تعمیری منصوبہ بندی اور اندرونی سجاوٹ کی

صلاحیت اور خصوصاً ان پرندوں کی مثالیں مذکور ہونگی جن کے چوزوں اور انڈوں کے لئے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو وہ ساری چیزیں مہیا فرماتا ہے جو، ان کے گھونسلے کی تعمیر کیلئے مناسب ہوتی ہیں۔

پرندے اپنے اعلیٰ قسم کے آشیانے کیسے بناتے ہیں؟

پرندوں کو اپنے آشیانہ بنانے میں سب سے ماہر جاندار سمجھا جاتا ہے اور ہر نوع کے پرندوں کے گھونسلہ بنانے کا انداز منفرد ہوتا ہے جس میں وہ غلطی نہیں کرتے۔ گھونسلہ بنانے کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ جب چوزے انڈوں سے نکلتے ہیں تو وہ نہایت کمزور ہوتے ہیں اور خاص طور پر جب ماں شکار کے لئے چلی جاتی ہے تو چوزوں کے پاس اپنے دفاع کا کوئی طریقہ نہیں رہ جاتا۔

ایسے میں درختوں کی چوٹیوں، ان کے تنوں کی کھوہوں، پہاڑوں اور ٹیلوں کے اوپر اور گھاس پھونس کے بیچ، گھونسلے کا مقام بذات خود دفاع کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ چوزوں کی حفاظت کے لئے پرندوں نے اسے مہارت سے چھپا رکھا ہوتا ہے۔

گھونسلے کا دوسرا کام چوزوں کی شدید سردی سے حفاظت ہے کیونکہ آغاز میں ان کے جسم ننگے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ آزادی کے ساتھ حرکت کر سکتے ہیں اور نہ اپنے عضلات کو حرکت دے سکتے ہیں۔ اس لئے پرندے اپنے گھونسلے سردی سے محفوظ بنانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال ”بُنا ہوا گھونسلہ“ ہے جو چوزوں کو حرارت کی ضروری مقدار مہیا کرتا ہے۔ یہ کام مشکل ہونے کی وجہ سے مادہ پرندہ ایک لمبے عرصے اور نہایت محنت سے اس کی تکمیل کرتا ہے اور گھونسلے کو خارجی ماحول کی حرارت کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اندر پروں، بالوں اور درخت کی چھال کا فرش بچھا دیتا ہے۔ (۲۹)

گھونسلے کی تعمیر کے لئے بنیادی مواد کی فراہمی بہت اہم قدم ہوتی ہے۔ پرندے سارا دن اپنی چونچ اور پنجوں کے ذریعے یہ مواد اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد گھونسلے کی تعمیر مادہ پرندے، جبکہ مناسب مقام کا انتخاب نر پرندے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پرندے، گارے، نباتاتی پتوں حتی کہ بالوں اور کاغذ کو بھی بنیادی مواد کے طور پر استعمال

کرتے ہیں اور کسی بھی گھونسلے کی خاصیات اس کے بنیادی مواد اور طریقہ تعمیر کے مطابق ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کا دارومدار بنیادی مواد کی لچک، مضبوطی اور سختی پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے پرندے ایسے مواد کا انتخاب کرتے ہیں جس کو گھونسلہ بناتے وقت موڑا یا سیدھا کیا جا سکتا ہو۔ اس مواد کا تنوع گھونسلے کو چوزوں کے لئے زیادہ پرامن بناتا ہے مثلاً درخت کی چھال سے گارا ملا دینے سے گھونسلے کی دیواروں میں دراڑیں نہیں پڑتیں۔

بنیادی مواد اکٹھا کرنے کے بعد پرندے اس کو آپس میں ملاتے ہیں۔ یہ طریقہ ابابیل استعمال کرتا ہے جو اپنے گھونسلے کو گہری کھائیوں یا عمارتوں کی بیرونی دیواروں کے ساتھ ایک ایسے مادے کی مدد سے چپکا دیتا ہے جو سائنسی انداز میں تیار کرتا ہے۔ اس کے بعد گارا اور خاکستر اپنی چونچ کے ذریعے گھونسلے کے مقام تک پہنچاتا ہے۔ بعدازاں ایک خاص مادہ پھیلا کر گارا بنا کر کھائی کی سطح کو لیپ کر گھونسلے کو اندر سے کھوکھلا کر کے گولائی میں گھونسلہ تیار کرنے کے بعد اسے اندر سے کنول، گھاس اور پروں سے بھر دیتا ہے۔ اکثر اوقات یہ گھونسلہ زمین کی سطح سے باہر نکلی ہوئی چٹانوں کے نیچے بناتا ہے تاکہ گھونسلہ بارش کے اثرات سے محفوظ رہ سکے کیونکہ بارش کے سبب گارا نرم ہونے سے پورا گھونسلہ منہدم ہوسکتا ہے۔ (۳۰)

جنوبی افریقہ میں پایا جانے والا بانتوسکویوس نامی پرندہ اپنا گھونسلہ دومنزلہ بناتا ہے۔ اس کا ایک حصہ انڈوں پر بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس گھونسلے میں داخلے کے دو رستے ہیں ایک خفیہ اور دوسرا دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے۔ (۳۱)

دوسری جانب امریکا میں "Vitaceae" پرندے کی ایک قسم سانپوں، طوطوں، بندروں اور خصوصاً اس پرندے کے لئے خطرناک ایک قسم کے مچھر سے بچنے کیلئے اپنا گھونسلہ جنگلی مکھیوں کے چھتے کے قریب بناتا ہے۔ (۳۲) اس طرح ماں اپنے بچوں کی زندگی کی حفاظت میں کامیاب ہوجاتی ہے۔

درزی پرندے:

''ہندی درزی'' نامی پرندہ اپنی سوئی جیسی باریک چونچ کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے گھونسلے کا بنیادی مواد کچھ بیجوں کے گرد لپٹے درموش اور مکڑی کے تار اور

درختوں کی چھال ہوتا ہے۔ یہ پرندہ درختوں کے پتوں کو اوپر تلے ترتیب سے رکھ کر اپنی نوکیلی چونچ سے ان کے کناروں کو چھید کر انہیں مکڑی یا درختوں کی چھال کے تار سے سی کر گرہ لگا دیتا ہے۔ دوسری جانب سے بھی پتوں کو اسی طرح جوڑنے سے پتے آپس میں مل جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو اندر سے گول کر کے اندرونی سطح پر گھاس بچھا دیتا ہے۔ (۳۳) آخر میں گھونسلے کے اندر ایک اور اضافی پتہ جوڑ کر مادہ کیلئے انڈے دینے کیلئے مخصوص جگہ تیار کرتا ہے۔ (۳۴)

جولاہے پرندے:

جانوروں کی دنیا میں جولاہے پرندوں کے گھونسلوں کو عجیب ترین سمجھا جاتا ہے۔ حیاتیاتی سائنسدان بھی اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ یہ پرندے درختوں کی چھال یا اونچی اونچی گھاس کو گھونسلے بننے کے لئے یکجا کرتے ہیں۔ یہ گھونسلے بنیادی مواد سے بنی اپنی مضبوط دیواروں کے سبب منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ (۳۵)

''درزی پرندہ'' اپنی باریک چونچ، درختوں کی چھال، مکڑی کے تار اور درختوں کے پتوں کو بڑی مہارت سے یکجا کر کے آخر کار بہت خوبصورت گھونسلہ بنا لیتا ہے۔

''بلبل کو ہی'' درخت کے دو پتوں کو اپنی باریک چونچ کے ذریعے مکڑی کے تار سے سی کر گھونسلے کیلئے استعمال کرتا ہے۔

جولاہا پرندہ سب سے پہلے گھونسلے کا بنیادی مواد یکجا کرتا ہے۔ یہ مواد اعلیٰ قسم کے تازہ پتوں پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ تازہ پتوں کو خشک پتوں کے مقابلے میں آسانی سے موڑا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد درخت کی چھال کو اس کی کسی دوشاخہ شاخ کے دونوں سروں کو اپنے پنجے اور چونچ کے ذریعے لپیٹتا ہے۔ گرنے سے بچانے کیلئے چھال کے مختلف ٹکڑوں کو مضبوطی سے آپس میں باندھ دیتا ہے۔ بعدازاں گھونسلہ بنانے سے پہلے مرحلے میں چھال کا ایک حلقہ بناتا ہے جو گھونسلے میں داخلے کا رستہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد چھال کی ان رسیوں کے گرد درختوں کے پتوں کے اجزاء کو چونچ کے ذریعے ایک بار اوپر اور ایک بار نیچے سے گزار کر لپیٹتا ہے۔ بُننے کے اس عمل کے دوران اسے ہر چھال کی مضبوطی کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی جگہ کمزوری سے پورا گھونسلہ گر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے گھونسلے کی آخری شکل کو بھی ذہن میں رکھنا پڑتا ہے کہ کس مقام کو کس قدر خم دے کر گھونسلہ بنایا جائے گا۔ دروازے کی تیاری کے بعد گھونسلے کی دیواریں بنانے کا کام شروع ہوتا ہے اور اس دوران یہ پرندہ الٹا ہو کر گھونسلے کو اندر سے باہر بُنتا چلا جاتا ہے۔ پتوں کے ریشوں کو چھال کی رسی کے نیچے سے مضبوطی سے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیتا ہے۔ اس طرح نہایت مضبوط گھونسلہ تیار ہو جاتا ہے۔ (۳۶)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''جولاہا پرندہ'' کئی مراحل کی منصوبہ بندی کے ساتھ کام کرتا ہے۔ مثلاً سب سے، پہلے وہ مواد جمع کرتا ہے، پھر مناسب جگہ کا انتخاب کرتا ہے۔ اس کے بعد گھونسلے کا دروازہ بناتا ہے۔ بعدازاں گھونسلے کی دیواریں بنتا ہے اور ضرورت کے مطابق اسے تنگ یا چوڑا کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام میں نہایت مہارت رکھتا ہے اور کسی بھی مقام پر یہ نہیں لگتا کہ وہ پہلی بار یہ کام کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے پنجے اور چونچ کو استعمال کر کے نہایت مہارت کے ساتھ دو شخصوں کا کام کرتا ہے کیونکہ پنجے سے چھال کو کسی بھی جگہ جما کر چونچ سے بنتا ہے اور ہر قدم بڑے محتاط انداز سے اٹھاتا ہے۔

جولاہے پرندوں کی ایک قسم اپنے گھونسلوں کے اوپر مضبوط چھت بناتی ہے اور اپنے منہ سے نکلنے والے ایک خاص مادے سے چھت کی اندرونی سطح کو لیپ دیتی ہے اس طرح چھت میں لچک پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی مزاحم آب ہونے کی وجہ سے پانی اس

کے اندر نہیں آ سکتا۔ گھونسلے کی تکمیل تک یہ عمل کئی بار دہرایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ ان پرندوں میں یہ صلاحیت محض اتفاق یا لاشعوری طور پر پیدا ہوگئی ہے کیونکہ گھونسلہ بُنتے وقت پرندے بیک وقت ماہر انجینئر اور معمار کی طرح کام کرتے ہیں۔

جولا ہے پرندوں کی جنوبی افریقہ میں رہنے والی ایک قسم بڑا عجیب وغریب گھونسلہ بناتی ہے۔ یہ گھونسلہ کئی فلیٹوں پر مشتمل ایک بڑی عمارت کی طرح ہوتا ہے۔ ان گھونسلوں کی بلندی ۳ اور چوڑائی ۴.۵ میٹر تک ہوتی ہے اور اس گھونسلے میں تقریباً

اللہ تعالیٰ نے جولا ہے پرندے کو خوبصورت گھونسلہ بنانے کی صلاحیت بخشی ہے۔ اوپر اور دائیں طرف کی دو تصویریں گھونسلہ بننے کے عمل کی وضاحت کرتی ہیں۔ اس کا آغاز پتوں کے باریک ریشے بنانے سے ہوتا ہے۔ پرندہ اس ریشے کے ایک سرے کو درخت کی شاخ پر جما کر رکھتا ہے اور چونچ کے ذریعے اس کے دوسرے سرے کو پکڑ کر بنائی شروع کرتا ہے۔ اس دوران وہ اپنی چونچ کو کرگہ کی طرح استعمال کرتا ہے۔ ایک بار اوپر سے اور ایک بار نیچے سے گزارتا ہے۔ بائیں تصویر میں جولا ہا پرندہ اپنے گھونسلے کی بنائی کے آخری مرحلے میں ہے۔

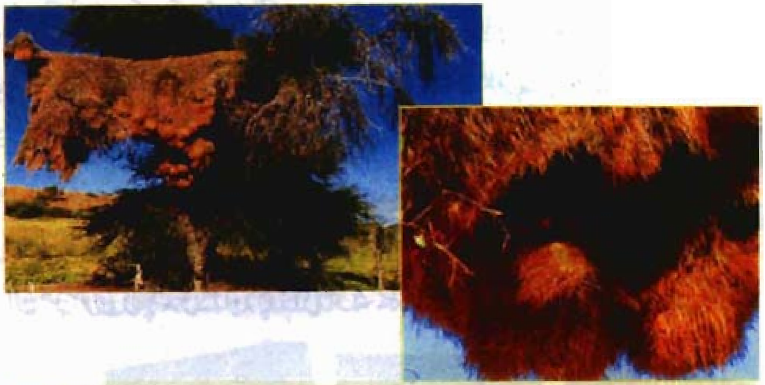

جولاہے پرندے مخصوص قسم کے گھونسلے بنا کر بڑے بڑے گروہوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ یہ گھونسلے ان کو گرمی کی شدت سے محفوظ رکھتے ہیں۔

۲۰۰ جوڑے رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ (۳۷) یہاں قدرتی طور پر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ آخر گھونسلہ بنانے کے آسان طریقے کو چھوڑ کر یہ پرندے اس مشکل طریقے کا انتخاب کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان پرندوں کی جانب سے اتنے پیچیدہ گھونسلے بنانے کی تفسیر ”محض اتفاق“ سے کی جا سکتی ہے؟ یقیناً نہیں کیونکہ یہ پرندے بھی دوسرے جانداروں کی طرح الہام الٰہی سے حرکت کرتے ہیں۔

ابابیلوں کے گھونسلے:

بعض پرندے اپنے گھونسلے زیرزمین بناتے ہیں۔ مثلاً ساحلی ابابیل، سمندر یا دریا کے کنارے، مٹی کے ٹیلوں کے بالمقابل ایسی ٹیڑھی نالیاں کھودتا ہے جو بارش کے پانی کو گھونسلے کے اندر نہ آنے دیں۔ ہر نالی کے آخری کونے پر گھاس اور پروں سے آراستہ ایک کھلی جگہ ہوتی ہے جو پرندے کا مسکن ہوتی ہے۔ ان پرندوں کی لاطینی امریکا میں پائی جانے والی ایک قسم اپنے گھونسلے آبشاروں کے پیچھے واقع چٹانوں پر بناتی ہے کیونکہ اس طرح ان کے گھونسلے آبی بگلوں، ماہی خور پرندوں بلکہ کووں سے بھی محفوظ رہتے ہیں کیونکہ ٹنوں کے حساب سے گرنے والا پانی اس کے اندر سے گزرنے والے کسی بھی پرندے کو فوراً مار سکتا ہے لیکن ابابیل اپنے منفرد چھوٹے جسم اور پھرتی کے سبب پانی سے گزرتے ہوئے کسی بھی گزند سے محفوظ رہتا ہے۔ اس طرح یہ پرندے اور اس کے چوزے دشمن کے خطرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

ابابیل اپنا گھونسلہ آبشاروں کے پیچھے واقع چٹانوں پر بناتا ہے۔ اس طرح آبشار کے پانی کے سبب وہ دوسرے جانوروں کی نظروں سے دور رہتا ہے۔

ابابیل، چھوٹے پنجوں کی وجہ سے گھونسلے کے لئے درکار بنیادی مواد اکٹھا نہیں کر سکتا اس لئے وہ ہوا میں اڑنے والے پروں اور گھاس کے تنکوں کو یکجا کر کے ان کے اوپر چپکنے والا ایک مادہ پھیلا کر اس کے ذریعے چٹانوں کے اوپر اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ (۳۸)

بحر ہند کے ساحل پر رہنے والے ابابیل اپنے گھونسلے سمندر کی الہڑ موجوں کے پیچھے واقع غاروں میں بناتے ہیں۔ یہ پرندے سمندر کی لہر پر بیٹھ کر جزر کا انتظار کرتے ہیں اور جوں ہی لہر میں جزر آتا ہے فوراً اڑ کر اپنے گھونسلے تک جا پہنچتے ہیں۔ گھونسلہ بنانے سے قبل یہ پرندے غار کے اندر موجوں کی سب سے زیادہ بلندی کا اچھی طرح جائزہ لیتے ہیں اور اس کے بعد پانی کی لہروں کی بلندی سے اوپر گھونسلہ بنانا شروع کرتے ہیں۔ (۳۹)

افریقہ میں پایا جانے والا ''سیکرٹری'' نامی پرندہ دشمنوں کے خطرے سے حفاظت کیلئے اپنا گھونسلہ کانٹے دار درختوں کی چوٹیوں پر بناتا ہے۔ جنوب مغربی امریکہ میں پایا جانے والا کٹھ بڑھئی (Wood Peacker) اپنا گھونسلہ تھوہر کے بڑے بڑے تنوں کے اندر بناتا ہے۔ دلدلی علاقوں کے پرندے، حقیقی گھونسلے کے علاوہ کئی ایک نقلی گھونسلے بھی بناتے ہیں۔ اس دوران نر پرندہ اصلی گھونسلے کی تعمیر میں مصروف مادہ سے توجہ ہٹانے کیلئے نقلی گھونسلوں کے چکر کاٹتا رہتا ہے۔ (۴۰)

باتروس پرندے کے گھونسلے:

مادہ پرندے کا اپنے بچوں سے تعلق ہر نوع کے پرندوں میں پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک قسم باتروس پرندہ بھی ہے۔ یہ پرندہ، بارآوری کے موسم میں اپنے آبائی وطن میں بڑے بڑے گروہوں کی صورت میں رہتا ہے اور مادہ کے آنے سے چند ہفتے قبل نر پرندہ پرانے گھونسلے کی مرمت کر کے اسے مادہ اور چوزوں کی رہائش کے قابل بناتا ہے۔ باتروس اپنے انڈوں کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ ۵۰ دن بغیر حرکت ان پر کھڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد جب بچے نکل آتے ہیں تو ان کیلئے خوراک لانے کیلئے ہر بار 1.5 کلومیٹر مسافت طے کرتا ہے۔ (۴۱)

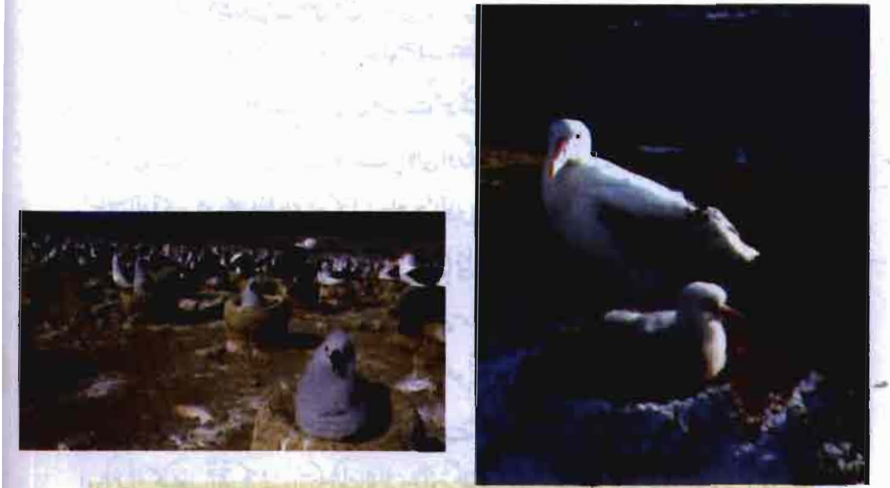

باتروس اپنے انڈوں اور چوزوں کی حفاظت کیلئے نہایت اہتمام سے گھونسلہ بناتا ہے۔ نر باتروس بارآوری کے موسم سے چند ہفتے پہلے آبائی وطن آ کر اپنے پرانے گھونسلے کی مرمت کرتا ہے۔

سینگ والے پرندوں کے گھونسلے:

ان پرندوں کیلئے بارآدری کا موسم بڑی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ اس دوران نر اور مادہ پرندے حیران کن چستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا کام مادہ اور آنے والے بچے کے لئے پرامن گھونسلے کی تعمیر ہوتا ہے۔

نر پرندہ کام کا آغاز کرتے ہوئے کسی درخت میں کوئی مناسب سوراخ تلاش کرتا

ہے پھر مادہ اس میں داخل ہو جاتی ہے تو نر، سوراخ کے منہ کو گارے سے بند کر دیتا ہے۔ نر پرندہ، مادہ اور بچوں کو سانپوں اور دوسرے جانوروں سے بچانے کی غرض سے گھونسلے کا منہ بند کر دیتا ہے مگر اس میں مادہ کو خوراک پہنچانے کیلئے ایک چھوٹا سا سوراخ باقی رکھتا ہے کیونکہ مادہ مسلسل تین ماہ انڈوں پر بیٹھی رہتی ہے اور اس دوران ایک بار بھی گھونسلے سے باہر نہیں نکلتی۔ جب بچے نکل آتے ہیں تو ان کو بھی اسی سوراخ کے راستے خوراک پہنچائی جاتی ہے۔ (۴۲)

نر اور مادہ دونوں اپنے بچوں کی خاطر پورے پورے صبر، ایثار اور پابندی کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ مادہ مسلسل تین ماہ اتنے تنگ گھونسلے کے اندر انڈوں پر بیٹھی رہتی ہے جس میں بمشکل تمام اس کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی ہے جبکہ نر پرندہ ذرا سی غفلت کے بغیر برابر انڈوں اور اس کا خیال رکھتا ہے۔

ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ ہر نوع کے پرندوں کا گھونسلہ دوسری نوع سے مختلف ہوتا ہے اور اس کی ہر قسم دوسرے کی نسبت پیچیدہ معلوم ہوتی ہے لیکن ایک غیر عاقل اور غیر منطقی پرندہ اسے بنالیتا ہے جبکہ ان گھونسلوں کی تعمیر کیلئے بڑی منصوبہ بندی اور نقشہ کشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

آیئے غیر عاقل جانداروں کی ان مثالوں پر غور کرتے ہیں کہ ان سب کا برتاؤ زبردست منصوبے کے مطابق، شفقت، رحمدلی، ایثار اور قربانی کا مظہر ہے۔ آخر ان رویوں کا سرچشمہ کیا ہے؟ چونکہ یہ طور طریقے اپنانے کے لئے ان جانداروں کے پاس اپنا ارادہ نہیں ہوتا اس لئے کوئی ایسی قوت ضرور ہے جو ان کی رہنمائی کرتی ہے اور اس قوت کا منبع، آسمانوں، زمین اور ان کے بیچ کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

سینگ نما چونچ والا پرندہ اپنی مادہ اور اس کے انڈوں کو درخت کے سوراخ میں ڈال کر ان کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

پرندوں کی ہر قسم کا گھونسلہ دوسری قسم سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً فلامنگو اپنا گھونسلہ، اپنے جمال اور حجم کے مطابق بناتا ہے۔

اوپر "چٹانوں کا گنجا پرندہ" گارے سے بنے اپنے گھونسلے میں بیٹھا ہے۔
دائیں جانب: ابابیل کا اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے بنایا گیا گھونسلہ

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (المومنون: ۲۱)

(ترجمہ) "اور تمہارے لئے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے۔ پلاتے ہیں ہم تم کو ان کے پیٹ کی چیز سے اور تمہارے لئے ان میں بہت فائدے ہیں اور بعض کو کھاتے ہو۔"

مختلف جانداروں کے گھونسلے:

"بامبوس" نامی مکھی اپنا چھتہ بناتے وقت جاں نثاری اور فدا کاری کیلئے مشہور ہے۔ ان مکھیوں کی ملکہ انڈے دینے سے قبل چھتے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرتی ہے۔ جگہ کے انتخاب کے بعد اگلا مرحلہ چھتے کے لئے ضروری مواد کی فراہمی کا ہوتا ہے یہ مواد پروں، گھاس یا پتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

بامبوس نامی جاں نثار مکھی

ملکہ، ماحول میں موجود مواد سے ٹینس کی گیند کے برابر جگہ بناتی ہے اور اس کے بعد غذا کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ ملکہ مکھی ہوا میں ایسے دائرے بناتی ہوئی اڑتی ہے جن کی مدد سے وہ اپنے چھتے کو کبھی نہیں بھولتی اور اس کے بعد پھولوں کا رس یا بار آوری کے دانوں سے پیٹ بھر کر واپس آتی ہے اور اپنے مخصوص مقام پر پیٹ کو خالی کر دیتی ہے۔ اس دوران خوراک کے طور پر استعمال میں نہ آسکنے والی چیزوں کو چھتے سے باہر پھینکنے کی بجائے انہیں چھتے کو چپکانے کیلئے یا حرارت کے حاجز کے طور پر استعمال میں لاتی ہے۔ یہ شہد کھانے کے بعد ملکہ مکھی موم پیدا کرنا شروع کرتی ہے اور پھولوں کے رس کو گول خانے بنانے کے لئے استعمال کرتی ہے اور ہر خانے میں وہ ۸ سے ۱۸ تک انڈے دیتی ہے جن سے چھتے میں کام کرنے والی پہلی مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ انڈے دینے کے بعد ملکہ ان خانوں کو پھولوں کے رس سے مضبوطی سے بند کر دیتی ہے۔ ان خانوں میں انڈے بڑی ترتیب سے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سب سے اہم کام، کام کرنے والی نئی مکھیوں کو خوراک کی فراہمی کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ملکہ مکھی موم کے چھوٹے چھوٹے مرتبان بنا کر ان میں شہد بھر دیتی ہے اور جب چار یا پانچ دن کے بعد انڈوں سے نئی مکھیاں نکل آتی ہیں تو ان کو اپنی خوراک تیار ملتی ہے۔

اگر ہم اس سارے عمل پر غور کریں تو ہمارے سامنے ایک غیر عاقل جاندار ہے لیکن اس کے باوجود وہ شہد کو ایک تعمیری عامل کے طور پر استعمال کرتا ہے اور صحتمند افراد سے

بھرے ایک چھتے کے لئے اس کی قربانی اور جاں نثاری اس کے علاوہ ہے۔ اس حشرے کا طول چند سینٹی میٹر سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملکہ مکھی اس قدر جاں نثاری کا مظاہرہ کیوں کرتی ہے؟ حالانکہ مکھیوں کی پیدائش کے بعد اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کسی نئی ملکہ کی آمد کی صورت میں اسے اپنا بنایا ہوا چھتہ بھی چھوڑنا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی قربانی اور اس مسلسل محنت کا کوئی سبب ہونا ضروری ہے۔ یقیناً یہ وہ الہام الٰہی ہے جو باقی جانداروں کو بھی رخ دیتا ہے۔ ارتقا کے داعیوں کے دعوے کے مطابق حیاتیاتی دنیا میں ''خود غرضی'' کے علاوہ کسی چیز کی کوئی گنجائش نہیں۔ (۴۳)

قطبی ریچھ کی برفانی رہائش گاہ:

قطبی ریچھ کی مادہ حمل یا وضع حمل کے بعد برفانی رہائش گاہ بناتی ہے۔ یہ رہائش گاہ برف کے ڈھیر کے نیچے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ جانور کسی ایک جگہ رہائش بھی نہیں رکھتا اور عام طور پر مادہ وسط سرما میں بچہ جنتی ہے۔ پیدائش کے وقت اس بچے کے جسم پر بال ہوتے ہیں اور نہ وہ دیکھ سکتا ہے، جبکہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے۔ ایسے میں اس کمزور بچے کی پرورش کیلئے رہائش گاہ کا ہونا نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔

اس جانور کی روایتی رہائش گاہ اڑھائی میٹر لمبی سرنگ اور تقریباً آدھا میٹر گول کمرے پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ رہائش گاہ نہایت مرتب انداز میں برف سے ڈھکے ماحول میں برف کھود کر بنائی جاتی ہے اور اس میں نوزائیدہ بچے کو آرام وسکون کے ہر قسم کے وسائل فراہم کئے جاتے ہیں۔ عام طور پر اس سرنگ کے اندر ایک سے زائد کمرے ہوتے ہیں جن کو ریچھنی باہر کے رستے سے تھوڑی اونچائی پر بناتی ہے تاکہ اندر کی گرمی باہر نہ نکل سکے۔ (۴۴)

پورے سرما میں اس رہائش گاہ کے اوپر برفباری ہوتی رہتی ہے جس سے رہائش گاہ کا منہ بند ہو جاتا ہے، البتہ ریچھنی ہوا کیلئے تھوڑا سا سوراخ باقی رکھتی ہے۔ اس کی چھت کی موٹائی 75 سینٹی میٹر سے ایک میٹر تک ہوتی ہے اور یہ اندرونی حرارت کو باہر جانے سے روکتی ہے چنانچہ اندرونی درجہ حرارت یکساں رہتا ہے۔ (۴۵)

اوسلو یونیورسٹی ناروے کے پال واٹس (Paul Watts) نامی محقق نے درجہ حرارت کی پیمائش کیلئے ریچھوں کی رہائش گاہ کی اندرونی چھت پر ایک تھرما میٹر نصب کیا

جس سے وہ حیران کن نتیجے پر پہنچا۔ اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ رہائش گاہ کے باہر کا درجہ حرارت تقریباً منفی 30 سینٹی گریڈ جبکہ اندرونی درجہ حرارت منفی 2 سے منفی 3 سینٹی گریڈ سے کبھی نیچے نہیں گرا۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ ریچھنی برفانی چھت کی موٹائی کو ناپ کر اتنا رکھتی ہے جو اندرونی حرارت کی باہر منتقلی کو روکنے کیلئے حاجز کا کام دے سکے اور موسم سرما کی طویل نیند کے دوران اس کے جسم میں موجود چکنائی کے ذخیرے کے استعمال کے لئے مناسب ہو۔

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ریچھنی، موسم سرما میں طویل نیند کے دوران اپنی طاقت کو بچانے اور اپنے بچے کو دودھ بہم پہنچانے کے لئے اپنی سرگرمیوں کو بہت محدود کر دیتی ہے۔ پورے سات ماہ تک اس کی جسم کی چکنائی، لحمیات کی صورت میں اس کے بچے کی غذا بنتی رہتی ہے جبکہ اس دوران وہ خود کوئی خوراک استعمال نہیں کرتی اور اس کا دل فی منٹ 70 دفعہ کی بجائے صرف 8 بار فی منٹ کی رفتار سے دھڑکتا ہے۔ نیند کی اس مدت کے دوران وہ پاخانہ بھی نہیں کرتی۔ اس طرح اس مدت میں پیدا ہونے والے بچوں کے لئے ضروری قوت، ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔

نہنگوں کے نشیمن:

فلوریڈا کے ''اوریکلیدس'' نامی علاقے میں پائے جانے والے مگرمچھ کی مادہ انڈے دینے کیلئے ایک بالکل انوکھی جگہ تیار کرتی ہے۔ یہ گلی سڑی نباتات کو اکٹھا کر کے انہیں کیچڑ میں ملا کر کوئی 90 سینٹی میٹر اونچا ڈھیر بناتی ہے پھر اس کی چوٹی سے اندر کی جانب ایک گڑھا کھودتی ہے اور اس سوراخ میں انڈے ڈال کر اسے اوپر سے، پہلے سے یکجا کی گئی گھاس سے ڈھانپ کر دشمنوں سے اس ڈھیر کی حفاظت میں لگ جاتی ہے۔

جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو وہ منفرد قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ یہ آوازیں سن کر مادہ مگرمچھ آ کر ڈھیر کے اوپر سے گھاس ہٹا دیتی ہے۔ اور جب بچے گڑھے سے اوپر چڑھ جاتے ہیں تو وہ ان کو اپنے منہ میں جمع کر کے زندگی کے آغاز کے لئے پانی کے اندر پہنچا دیتی ہے۔ (۶۴)

مادہ مگرمچھ کا اپنے بچوں کے لئے تیار کیا گیا نشیمن

”لوہار مینڈک“ کا مسکن:

جنوبی افریقہ میں پائے جانے والے ”لوہار“ نامی مینڈک کو اپنا مسکن بنانے میں نہایت ماہر برمائی جانوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ مسکن، نر مینڈک پانی کے کنارے بناتا ہے۔ سب سے پہلے یہ مینڈک کیچڑ میں خود اپنے گرد گھوم گھوم کر ایک گڑھا بنا لیتا ہے۔ پھر اس کے کناروں کو کشادہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کے گرد کیچڑ کی مضبوط دیواریں بنا کر آخرکار تقریباً 10 سینٹی میٹر گہرا تالاب بنا کر اس میں بیٹھ کر بارآوری کے لئے آوازیں نکال کر مادہ کو بلاتا ہے۔ کسی مینڈکی کی آمد تک وہ اسی حال میں رہتا ہے جب وہ انڈے دے دیتی ہے تو یہ ان کو بارآور کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں مل کر انڈوں سے بچے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ جب مینڈک کے بچے انڈوں سے نکلتے ہیں تو ان کے جسم پر ایک حفاظتی جھلی ہوتی ہے۔ اس سے تالاب میں یہ نوزائیدہ بچے مچھلیوں اور دوسری حشرات کی زد سے محفوظ رہتے ہیں اور جب اس تالاب کی دیوار پھاندنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ تو کود کر باہر نکل جاتے ہیں اور زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ (۴۷)

زیرآب مہندس:

یہ بات واضح ہے کہ مچھلیاں عام طور پر آشیانے نہیں بناتیں مگر ان کی بعض قسمیں حیران کن رویہ اپناتی ہیں۔ میٹھے پانی کی مچھلیاں، جھیلوں کی تہہ، دریاؤں یا کھڑے پانی میں، پتھروں یا ریت کے بیچ گڑھوں کی صورت میں اپنا مسکن بناتی ہیں۔

اس کی ایک مثال ''سلیمان'' نامی مچھلی ہے جو ان گڑھوں کے اندر انڈے دے کر چھوڑ دیتی ہے جبکہ مچھلیوں کی بعض دیگر قسمیں انڈے دینے کے بعد اگر یہ انڈے کھلی جگہ ہوں اور خطرات بھی لاحق ہوں تو نر اور مادہ مچھلی باری باری ان کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ عام طور پر مچھلیوں میں مسکن بنانے اور انڈوں کی حفاظت نر مچھلی کے ذمے ہوتی ہے۔

شمالی امریکا اور یورپ کے اکثر حصوں میں دریائی اور جھیلوں والے علاقوں میں پائی جانے والی کانٹے دار مچھلی اپنے پیچیدہ مسکن کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس مچھلی کا مسکن پرندوں کے گھونسلوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے جو نر مچھلی تیار کرتی ہے۔

سب سے پہلے یہ مچھلی آبی نباتات کو جمع کرتی ہے۔ پھر اپنے گردوں سے ایک چکنا مادہ نکال کر انہیں آپس میں جوڑتی ہے۔ اس کے بعد اس مواد کے گرد تیر تیر کر اسے ایک مرتب لمبوتری شکل دے دیتی ہے۔ بعد ازاں اس لمبوتری شکل کو چیرتے ہوئے تیر کر باہر نکل جاتی ہے جس سے ایک ایسی سرنگ وجود میں آ جاتی ہے جس میں سے پانی گزر سکتا ہے۔ پھر جب بھی کوئی مادہ مچھلی وہاں سے گزرتی ہے تو نر مچھلی اس کے گرد چکر کاٹ کاٹ کر اپنے سر کے اشارے سے اسے اس سرنگ کے اندر لانے کی کوشش کرتی ہے۔

جب مادہ مچھلی اس کے اندر داخل ہو کر انڈے دے دیتی ہے تو نر مچھلی سرنگ کی اگلی جانب سے داخل ہو کر، مادہ مچھلی کو پچھلی جانب سے باہر نکال دیتی ہے۔ یہ عمل کئی مادہ مچھلیوں کے ساتھ دہرایا جاتا ہے۔ مادہ مچھلیوں کو باہر نکالنے کا مقصد انڈوں کو بار آور کرنا ہوتا ہے۔ جب سرنگ انڈوں سے بھر جاتی ہے تو نر مچھلی اس کی حفاظت شروع کر دیتی ہے اور مسکن کی مرمت کرتی رہتی ہے۔ چند دنوں بعد جب بچے نکل آتے ہیں تو سرنگ کا بالائی حصہ کاٹ کر نچلے حصے کو بچوں کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔ (۴۸)

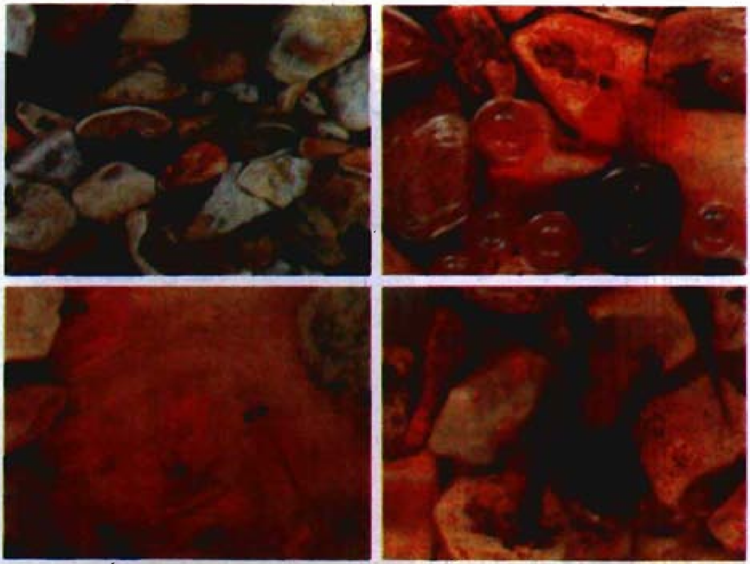

عام طور پر مچھلیاں اپنے آشیانے نہیں بناتیں مگر انڈے دینے اور بچوں کی حفاظت کے لئے خاص جگہیں تیار کرتی ہیں۔ صرف اس پر بس نہیں بلکہ وہ دشمنوں سے ان کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔ اوپر: مچھلیوں کا پتھروں سے بنا ایک مسکن، سمندری مخلوق کی بقایا جات انڈوں سے نکلنے والے چند نوزائیدہ بچے۔

جانور اس عمل میں کیسے کامیاب ہو جاتے ہیں؟

ذرا تصور کیجئے کہ ایک آدمی ہے جس کے پاس فن تعمیر کی کوئی معلومات نہیں۔ اس نے کبھی تعمیر کے میدان میں کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے پاس تعمیر کے بنیادی مواد کی تیاری کا کوئی تجربہ نہیں مگر اس کے باوجود اس نے نہایت مہارت سے ایک عمارت کھڑی کر لی ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اکیلے یہ کام کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ جب عقل و دانش سے بھرپور انسان کے لئے بھی ایسا کام کرنا بہت مشکل ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ جانور ایسا رویہ اپنا سکتے ہوں جس کے لئے عقل و دانش اور صلاحیت درکار ہے؟

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اکثر جانوروں کو فقط دماغ کی نہیں بلکہ بہت معمولی اعصابی نظام کی بھی ضرورت ہے (کیونکہ ان کے پاس یہ نظام نہیں) مگر اس کے باوجود وہ نہایت باریک بینی سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ طبیعیات کے اصول نافذ کرتے ہیں بنائی اور سلائی کی مہارتیں استعمال کرتے ہیں اور ان تمام مشکلات کے حل

بھی نکال لیتے ہیں جو، ان کو یا ان کے بچوں کو پیش آسکتی ہیں۔ یہ جانور اپنے آشیانوں کے لئے طبعی انداز میں مضبوط مواد تیار کرتے ہیں جو، ان کے آشیانوں کو ماحول کے منفی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا پرندے اور قطبی ریچھ کو حرارتی حاجز کا پتہ ہے؟ یا پرندے اور جانور اپنے گھونسلوں یا کھچاروں کو گرم رکھنے کے بارے میں سوچتے ہیں؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ یہ جانور اس قسم کی عقلی باتوں کو نہیں سوچ سکتے۔ پھر اگلا سوال یہ ہے کہ ان جانوروں کو ایسے تجربات اور مہارتیں کہاں سے ملی ہیں؟ دوسری جانب یہ جانور اپنے آشیانے بنانے کے عمل میں نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اوقات یہ آشیانے ان کے بچوں کے لئے ہوتے ہیں۔

جانوروں کے رویوں میں اس عقلیت اور منطقیت کی ایک ہی تفسیر ہے اور وہ ہے اللہ کا الہام، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کامل صورت میں پیدا فرما کر انہیں اپنی نسل کی حفاظت، اپنے دفاع، شکار اور ہر قسم کے جانوروں کو دوسری نوع کے جانوروں سے الگ تھلگ اور منفرد طریقۂ توالد سکھایا ہے۔ اس نہایت مہربان اور حفاظت کرنے والے رب نے اپنی بے پایاں رحمت کے ذریعے نہایت اعلیٰ خاکے کے مطابق بڑی مہارت اور مضبوطی سے اپنے آشیانے بنانے کا طریقہ سکھایا ہے۔ ایسے میں ''ارتقا'' ''بنیادی فطرت'' اور ''اتفاقات'' کو جانوروں کے ان رویوں کا عامل کہنا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیوں کے سوا کچھ نہیں کیونکہ ان نظریات کی کوئی فکری اور سائنسی بنیاد نہیں اور جانوروں کا برتاؤ رحمٰن و رحیم اللہ کے الہام کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ﴾ (سورۃ النحل:۶۸)

''اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں۔''

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہی مکھی کو چھتہ بنانے اور دیگر جانوروں کو اپنے آشیانے

بنانے، ان کے لئے بنیادی مواد کی تیاری اور اس کام کی تکمیل کے طریقے سکھائے ہیں۔

نسل کی حفاظت اور بچوں کی خاطر قربانی:

بہت سے جاندار نسل میں اضافے کے لئے حیران کن جان نثاری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کی خاطر شدید مشکلات کو برداشت کرتے ہیں۔ اپنی نسل کو بچانے کے لئے قربانی کے بہت سے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کچھ جاندار انڈے دینے کیلئے کئی کئی کلومیٹر مسافت طے کرتے ہیں۔ کچھ پرامن گھونسلے بنانے کے لئے شدید تکالیف اٹھاتے ہیں۔ بعض جانور نسل میں اضافے اور انڈے دیتے ہی مر جاتے ہیں جبکہ کچھ جانور کئی کئی ہفتے بغیر غذا کھائے اپنے انڈوں کو اپنے منہ کے اندر رکھتے ہیں اور کچھ جانور کئی کئی ہفتے بغیر کسی اکتاہٹ کے اپنے انڈوں کی حفاظت میں لگے رہتے ہیں۔

درحقیقت ان سارے بے مثال رویوں کا مقصد زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنا ہے، کیونکہ چھوٹے ناتواں بچوں کو بڑوں کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہرن کے بچے کو کسی کھلی جگہ اکیلا چھوڑ دیا جائے یا پرندوں کے انڈے بغیر حفاظت رکھے جائیں تو ان کی زندگی کی بقا کا احتمال بہت کم رہ جائے گا۔

عجیب بات یہ ہے کہ زیادہ قربانی دینے والے جانداروں کی نسل بھی کم ہوتی ہے۔ مثلاً پرندے ہر سال محدود تعداد میں انڈے دیتے ہیں لیکن ان کا خیال بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ ممالیہ جانوروں پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کیونکہ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک یا دو بچے دیتے ہیں مگر نسبتاً ایک طویل مدت تک ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب مچھلی، حشرات اور چوہوں جیسے جاندار بارآوری کے ہر موسم میں بہت زیادہ بچے دینے کے باوجود ان کا کوئی زیادہ خیال نہیں رکھتے کیونکہ اس بات کا احتمال بہت زیادہ ہے کہ زندگی کے پہلے مرحلے میں ایک بڑی تعداد کے مرجانے کے باوجود ان کی نسل برقرار رہے گی کیونکہ وہ بہت بڑے بڑے خاندانوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ اگر یہ جاندار اپنے بچوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تو ان کے بچوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوجاتا اور اس کے نتیجے میں ماحولیاتی توازن بگڑ جاتا۔ مثلاً گھاس میں پیدا ہونے والے چوہوں کی پوری نسل برقرار رہ سکے تو ساری زمین ان سے بھر جائے گی۔ (۴۹) دوسری جانب

جانوروں کی نسل میں اضافہ، ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے مگر جانور ”نسلی اضافے“ کو اپنی مرضی یا رویہ سے قابو میں نہیں رکھ سکتے۔

مزید برآں ان جانوروں کے غیر عاقل ہونے کی وجہ سے ہم ان سے ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے یا نسل کے تسلسل کیلئے کسی ضابطے کی امید بھی نہیں رکھ سکتے۔

یہ سارے شواہد اس ایک ایسی قوت کا پتہ دے رہے ہیں جو کائنات کے اس نغمے کو آگے بڑھا رہی ہے اور ہر ایک کو فطرت کے ماحول میں کامل طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یعنی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی چیز اس قوت کی گرفت سے باہر نہیں کیونکہ ہر شے، اللہ واحد وقہار کے سامنے بے دست وپا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جانداروں کی نسل میں اضافے اور ان کی زندگی و موت کی تدبیر کے بارے میں فرماتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ (الرعد:۸)

”اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں۔ اور ہر چیز کا اس کے یہاں اندازہ ہے۔“

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (حم السجدۃ:۳۷)

”اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند۔ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا۔ اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔“

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (الشوریٰ:۴۹۔۵۰)

”اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ۔ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا۔“

جانوروں کی جانب سے اپنے انڈوں اور بچوں کی شدید حفاظت:

جانوروں میں عام طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے انڈوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ ان کو دشمنوں کی نظروں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ انڈوں کو ٹوٹنے سے بچاتے ہیں ان کو شدید درجۂ حرارت سے بچاتے ہوئے مناسب درجۂ حرارت فراہم کرتے ہیں۔ کسی خطرے کو محسوس کرتے ہی انڈوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں اور بغیر کسی اکتاہٹ کے ہفتوں تک ان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ بعض جاندار انڈوں کو اپنے منہ کے اندر رکھتے ہیں۔ شفقت ومحبت سے بھرپور یہ طور طریقے مچھلیوں، پرندوں اور رینگنے والے جانوروں کی بہت سی قسموں میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

مثلاً ''پیٹن'' (Payton) نامی اژدہا انسانی زندگی کے لئے شدید خطرہ ہے مگر اس کا اپنے انڈوں سے رویہ محبت اور شفقت سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ اژدہا ہر بار تقریباً 100 انڈے دیتا ہے اور اس کے گرد کنڈل مار کر شدید درجۂ حرارت سے ان کی حفاظت کے لئے سایہ کرتا رہتا ہے اور جب درجۂ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے تو اپنے جسم کو حرکت دے کر انڈوں کو مزید حرارت فراہم کرتا ہے۔ جب تک مادہ اژدہا ان انڈوں کے گرد کنڈل مار کر بیٹھی رہتی ہے، ان کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ مادہ ''پیٹن'' کی اس حفاظت کی وجہ سے انڈوں کے اندر اس کے بچے اپنی زندگی کو لاحق خطرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ (۵۰)

پیٹن نامی اژدہا اکثر جانداروں کے لئے خطرہ ہوتا ہے، مگر اپنے بچوں کے لئے وہ بھی شفقت اور محبت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔

مچھلیوں کی بعض انواع اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے ایک انوکھا طریقہ اپناتی ہیں۔ مادہ مچھلی اپنے انڈوں کو منہ کے اندر جمع کرتی ہے۔ اس لئے اس قسم کو ''منہ کے ذریعے انڈوں پر بیٹھنے والی مچھلیاں'' کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے بچے جب بھی کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں تو ماں کے منہ میں پناہ لینے کو بھاگتے ہیں۔ یہ رویہ "Cat fish"

(شبوط) مچھلی میں عام پایا جاتا ہے کیونکہ یہ مشینوں میں استعمال ہونے والی گولیوں کے برابر انڈوں سے منہ بھر کر کئی کئی ہفتے تیرتی رہتی ہے۔ یہ مچھلی انڈوں تک پانی میں تحلیل ہو کر آنے والی آکسیجن کی ضروری مقدار کو پہچانے کے لئے بار بار منہ کو ہلاتی رہتی ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں تو وہ کئی ہفتوں تک مچھلی کے منہ میں رہتے ہیں۔ اس مدت میں نر مچھلی کوئی خوراک نہیں کھا سکتی اس لئے وہ اپنے جسم میں موجود چکنائی کے ذخیرہ کو حیاتیاتی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے استعمال میں لاتی ہے۔ (۵۱)

مچھلی کے علاوہ مینڈک بھی اپنے بچوں اور انڈوں کو منہ میں رکھتا ہے۔ ''رینود یرما'' نامی مینڈکی اپنے انڈوں کو اپنے جسم کے اندر محفوظ رکھتی ہے اور جب بارآوری کا موسم آتا ہے تو ان کو زمین پر ڈال دیتی ہے جہاں مینڈک ان کے گرد حفاظت کی غرض سے گھومتا رہتا ہے۔ جونہی انڈوں کے اندر بچوں کے پر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ مینڈک شفاف جھلی میں لپٹے ان بچوں کی بہت بڑی مقدار کو منہ کے اندر صوتی تھیلیوں کے اندر جمع کر لیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کا منہ پھولا ہوا نظر آتا ہے اور بچوں کی نمو پوری ہونے تک وہ اس کے منہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ آخر کار مکمل ہونے والے بچوں کو منہ سے باہر نکل کر زندگی کا آغاز کرنے کیلئے مینڈک کئی بار منہ کھول کر ڈکار لیتا ہے جس سے بچے باہر نکل آتے ہیں۔ (۵۲)

آسٹریلیا میں پائی جانے والی مینڈکوں کی ایک قسم اپنے انڈوں کی حفاظت کی خاطر منہ کی بجائے خاص تھیلیوں میں اپنے معدے کے اندر رکھتی ہے۔ قاری کو یوں لگتا ہوگا کہ معدے کی ہاضم رطوبتوں کی وجہ سے انڈوں کو شدید خطرہ ہوگا، مگر یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے کیونکہ جس وقت مینڈکی انڈوں کو نگلتی ہے معدہ سے رطوبتوں کا خروج رک جاتا ہے جس سے انڈوں کو کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ (۵۳)

مینڈکوں کی بعض دیگر انواع اپنے انڈوں کی حفاظت کے لئے مختلف طریقے اپناتی ہیں۔ مثلاً ''بیبا'' نامی سیاہ مینڈک انڈوں کو اپنے کلپھڑا نما ٹانگوں کے ذریعے مینڈک کی پشت پر چپکا دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کی جلد پھول جاتی ہے اور انڈوں کی حفاظت کے لئے ایک جھلی وجود میں آجاتی ہے اور 30 گھنٹے کے بعد انڈے جلد کے نیچے چھپ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصلی شکل پر آجاتی ہے اور انڈے کے اندر حیاتیاتی عمل شروع ہو جاتا ہے۔

15 دن بعد مینڈ کی کی جلد کے نیچے بچے حرکت کرنے لگتے ہیں جس کے سبب اس کی کھال لپٹتی محسوس ہوتی ہے۔ 20 دن بعد ماں کی جلد میں ہونے والے سوراخوں کے ذریعے چھوٹے مینڈک باہر آتے ہیں اور پانی میں کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرنے لگتے ہیں۔

یورپ میں پایا جانے والا ''دائی'' نامی سیاہ مینڈک اپنی زندگی کا اکثر حصہ خشکی پر گزارتا ہے، وہیں جوڑا تلاش کرتا ہے اور اس کی مینڈ کی خشکی پر ہی انڈے دیتی ہے۔ مینڈک اس کے اوپر اپنے وٹامن ڈالتا ہے اور ان کو تسبیح کے دانوں کی طرح ترتیب سے چپکانا شروع کرتا ہے۔ اس کے بعد انڈوں کی اس زنجیر کو اپنی پچھلی ٹانگوں سے لپیٹتا ہے اور کئی ہفتے اسی طرح گزار دیتا ہے وہ جہاں بھی جاتا ہے انڈوں کی یہ زنجیر اس کے ہمراہ ہوتی ہے اور جب انڈوں سے بچے نکلنے لگتے ہیں تو وہ سارے بچوں کے انڈوں سے نکلنے تک اپنی ٹانگیں پانی میں ڈالے رکھتا ہے۔ جب یہ عمل پورا ہو جاتا ہے تو وہ خشکی میں اپنے مسکن کی جانب واپس آ جاتا ہے۔ (۵۴)

مینڈک انڈوں کو اپنی پشت پر چپکا کر کئی ہفتے اسی طرح گزار دیتا ہے۔

گزشتہ مثالوں پر غور کرنے سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ جانداروں کی فطری تخلیق اور ان کے رویوں میں نہایت اعلیٰ مطابقت پائی جاتی ہے۔ مثلاً جس مینڈک کے منہ کے اندر خلا ہے وہ اس سے بے خبر ہے مگر اس کے باوجود وہ ایسے رویہ کا اظہار کرتا ہے جیسے اسے وہ معلوم ہے۔ ان مثالوں میں مذکور دوسرا مینڈک بھی کسی عقل وصلاحیت کا مالک نہیں مگر اس کے باوجود وہ بھی انڈوں کو کسی بھی خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے معدے سے ہاضم رطوبتوں کا اخراج روک دیتا ہے۔ اگر مینڈک کی اس قسم میں رطوبتوں کو روکنے کی صلاحیت

مان لی جائے تو یہ جانداروں کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ انہیں اپنے غیر ارادی کاموں پر کوئی قابو نہیں ہوتا۔ یہی حال اپنی کھال کے نیچے بچوں کی حفاظت کرنے والے مینڈک کا بھی ہے۔ خلقی ترکیب اور رویوں کی یہ زندہ مثالیں فقط اتفاق سے کبھی وجود پذیر نہیں ہو سکتیں۔

ان صفات کے اندر، ناقابل تردید منصوبہ بندی پائی جاتی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ان جانداروں کے اندر اپنی خلقی ترکیب اور رویوں میں مطابقت پیدا کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں بلکہ یہ سب جاندار، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جس نے انہیں بے مثال شکل وصورت میں بنایا ہے۔ صرف مندرجہ بالا مثالوں میں ہی مامتا، پدری محبت اور شفقت کے جذبات ہی نہیں دیکھے جاسکتے بلکہ چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کے رویوں میں بھی انڈوں اور کوکون کے اندر لاروے کی حفاظت کا منقطع النظیر جذبہ پایا جاتا ہے۔ بل میں درجۂ حرارت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ کام کرنے والی چیونٹیاں انڈوں اور کوکون کو بھی زیر زمین دوسری خاص جگہ منتقل کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح وہ بل کے اندر ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقلی کے وقت کوکون کو اپنے منہ میں رکھ کر لے جاتی ہیں۔ اگر پورے بل کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے تو کام کرنے والی چیونٹیاں انڈوں اور کوکون کو بل سے باہر کسی پرامن مقام پر منتقل کر دیتی ہیں۔ (۵۵)

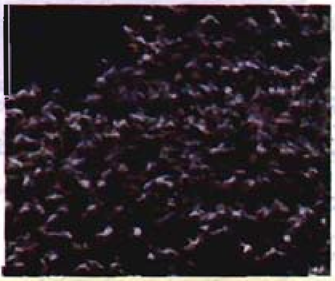

نیچے: اکثر پرندے بڑے بڑے گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ نیچے: اس تصویر میں تقریباً ایک مربع میٹر میں 70 سے زائد انڈے موجود ہیں مگر شکار کے طویل سفر کے بعد پرندے اپنے اپنے انڈوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اوپر: "پدی" اپنے سینے پر پچھلے پروں کو بھگو کر انڈوں پر بیٹھ جاتی ہے اور اس طرح انہیں زائد درجہ حرارت سے محفوظ رکھتی ہے۔

اوپر بائیں طرف: باتر دس پرندہ۔ نیچے دائیں جانب: خطاف پرندہ۔ یہ دونوں پرندے انڈوں کی حفاظت کے لئے ضروری تمام شرائط پوری کرتے ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ پرندے اپنے انڈوں کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اس غرض سے گھونسلے بنا کر ہر لحہ وہیں رہتے ہیں۔ پرندوں کو شفقت کا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

انڈے دینے والے جانور، انڈوں کے اندر بچوں کی تکمیل کے لئے اپنے گھونسلوں کو مناسب درجۂ حرارت فراہم کرتے ہیں جبکہ غوطہ خور پرندے پانی پر تیرنے والے کنول سے اپنا گھونسلہ بنا کر انڈوں کو بھی اسی سے ڈھانپ دیتے ہیں۔ اس عمل سے گھونسلے کے اندر حرارتی مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیلیکان انڈوں کے اندر چوزوں کی پرورش کے لئے انڈوں کے اوپر بیٹھ کر انہیں حرارت کی مناسب مقدار فراہم کرتا ہے اور سب انڈوں کو برابر حرارت پہنچانے کی غرض سے بیٹھنے کی حالت بدلتا رہتا ہے۔ (۵۷)

ریگی پرندہ اپنے انڈوں کو ایک اور طریقے سے حرارت پہنچاتا ہے۔ جب مادہ انڈے دے دیتی ہے تو نر پرندہ انڈوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھال لیتا ہے اور ان کے اوپر بیٹھ کر اپنے سینے کے پروں کو جھاڑ دیتا ہے۔ سینہ ننگا ہونے کے سبب اس حصے کی رگوں میں خون کی زیادہ مقدار آ جاتی ہے اور یہی مقدار تین ہفتے تک انڈوں کو مطلوب حرارت کی ضروری مقدار فراہم کرتی ہے۔ جب چوزے انڈوں سے نکل آتے ہیں تو بھی ایک ہفتے سے زائد عرصے تک نر پرندہ ان کا خیال رکھتا ہے اور بعد ازاں نر اور مادہ دونوں باری باری یہ ذمہ داری نبھاتے ہیں۔ (۵۸)

گھونسلے کے اندر مناسب اور محدود درجہ' حرارت کی فراہمی تمام جانداروں کے لئے نہایت اہمیت کی حامل ہے عجیب بات یہ ہے کہ تمام جانور مختلف طریقوں سے اس عمل کو انجام دیتے ہیں اور اس بارے میں شدید حساسیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہاں یہ امر ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ پرندے، سانپ اور شہد کی مکھیاں از خود حرارت کے خاص درجے کا ادراک کر کے نہایت حیران کن طریقے سے اس کی فراہمی کا بندوبست بھی کریں۔ اس ادراک اور معرفت کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے اس ساری مخلوق کو پیدا فرما کر اس کے اندر یہ حیاتیاتی خاصیات ودیعت فرما کر صاحب فکر انسان کے سامنے مثال کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

یہ جاندار اللہ تعالیٰ کے امر سے مسلسل کام میں لگے رہتے ہیں۔ بعض پرندے ایک گھونسلہ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے اور دوسرا انڈے دینے اور ان پر بیٹھنے کے لئے بناتے ہیں۔ ''پدی'' جیسے چھوٹے پرندے اور تمام غوطہ خور پرندوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور انڈوں پر بیٹھنے کے کام باری باری کرتے ہیں۔ (۵۹)

عجیب بات یہ ہے کہ ایک گھونسلے میں موجود چوزے دوسرے گھونسلے کے چوزوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ نمونہ ''مرغابی'' اور ''جال کش'' (خطاف الشباک) پرندے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض جوڑے دوسرے جوڑوں کی مدد کرتے ہیں اور یہ عمل شہد کی مکھیوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا باہمی امداد اور تعاون اکثر پرندوں

میں عام ہے۔ (٦٠)

جانوروں میں صرف اپنے بچوں کے لئے بھی نہیں بلکہ دوسرے جانوروں کے بچوں کے لئے بھی شفقت کا جذبہ ''نظریہ ارتقا'' کی بیخ کنی کے لئے کافی ہے۔ ارتقا کے حامیوں کے دعوے کے مطابق جانداروں میں اس قسم کے رویوں کا وجود ناممکن ہے، جبکہ جانداروں میں موجود شفقت اور قربانی کے جذبے کا وجود محض اتفاق سے ناممکن ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فطرت، مادہ پرستوں کے دعوے کے مطابق محض اتفاق سے خواہ مخواہ پیدا نہیں ہوتی۔

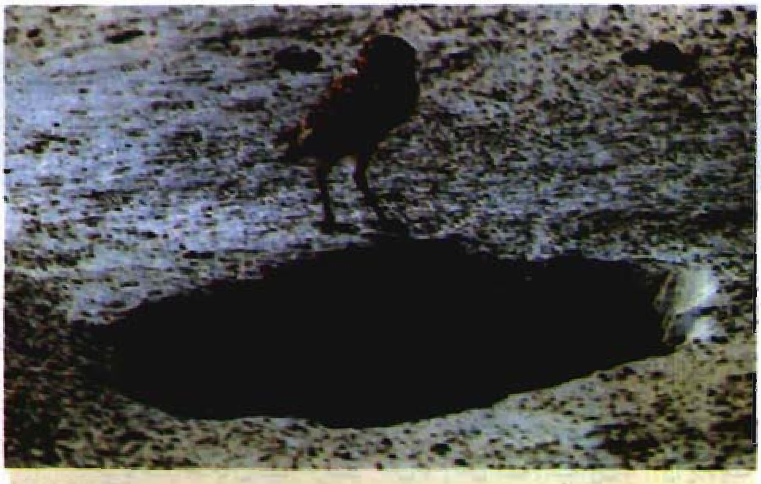

مختلف پرندے اپنے انڈوں کی حفاظت مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ مثلاً ''ایتھنز کا پرندہ'' (جورات کو دیکھنے والے پرندوں میں شمار ہوتا ہے) تقریباً تین میٹر گہرے کھڈے میں اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور اس میں 6 سے 12 انڈے دیتا ہے۔ نر اور مادہ باری باری انڈوں پر بیٹھتے ہیں اور باری باری باہر سے گھونسلے کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب کوئی شکاری پرندہ ان کے گھونسلے کے قریب آتا ہے تو یہ سانپ کی پھنکار کی مہارت سے نقل اتارتا ہے اس طرح اس کا گھونسلہ دشمن سے محفوظ رہتا ہے۔ (٦١)

پینگوئین اور اس کا افسانوی صبر:

پینگوئین اپنے انڈوں کی حفاظت کے لئے بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ پرندہ قطب جنوبی کے سخت ترین حالات والے علاقے میں پایا جاتا ہے۔ ان پرندوں کی بہت بڑی تعداد ہے جس کا اندازہ تقریباً 25,000 لگایا جاتا ہے۔ یہ

پرندے جوڑوں کے انتخاب کے لئے کئی کلومیٹر طویل سفر کرتے ہیں۔ یہ سفر قطب جنوبی میں موسم سرما کے آغاز میں مارچ یا اپریل کے مہینے میں شروع ہوتا ہے۔ بعدازاں مادہ پینگوئین مارچ میں ایک انڈہ دیتی ہے۔ یہاں اس جانب اشارہ کر دینا لازمی ہے کہ نر پینگوئین ماحول میں برف کی وجہ سے گھونسلہ بنانے کے لئے کوئی شے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے گھونسلہ نہیں بنا سکتا مگر اس کے باوجود وہ انڈے کو سردی کے رحم وکرم پر جمنے کے لئے نہیں چھوڑ دیتا۔ اس لئے مادہ پینگوئین کے انڈے دینے کے تھوڑی دیر بعد اس کے سینے سے سینہ ملا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور انڈے کو اپنے پاؤں پر اٹھا لیتا ہے۔ پینگوئین کا جوڑا اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتا ہے کہ انڈہ برف کو نہ چھوئے چنانچہ نر پینگوئین اپنے پنجے کو انڈے کے نیچے سے ڈال کر اسے اپنی طرف لڑھکاتا ہے۔ انڈے کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے یہ عمل اطمینان اور مہارت سے انجام دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اس انڈے کو اپنے نچلے پروں کے ذریعے مناسب حرارت فراہم کرتا ہے۔

انڈہ دینے کے عمل میں مادہ پینگوئین کی اکثر توانائی خرچ ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ انڈے پر بیٹھنے کیلئے جسم میں توانائی کے لئے خوراک کی تلاش میں سمندر کی جانب نکل جاتی ہے۔ دیگر پرندوں کے مقابلے میں پینگوئین کی انڈے پر بیٹھنے کی مدت اور نر کی جانب سے صبر واستقامت ایک منفرد چیز ہے۔ کیونکہ نر کو ایک طویل مدت بغیر حرکت کے گزارنا پڑتی ہے اور اس کی ضرورت پیش آ جائے تو بھی صرف چند میٹر تک محدود رہتی ہے۔ جب آرام کی ضرورت پیش آتی ہے تو اپنی دم کا سہارا لے کر پنجوں کی انگلیوں کو کھڑا رکھتا ہے تاکہ انڈہ برف سے دور رہے۔ یہاں، دم تقریباً تیسری ٹانگ کا کام دیتی ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے پینگوئین کے نچلے پروں کا اندرونی درجہ حرارت ماحول کے درجہ حرارت سے 80 درجے زیادہ ہوتا ہے اس لئے انڈہ بیرونی ماحول کے شدید سرد درجہ حرارت سے متاثر نہیں ہوتا۔

جوں جوں سردی کا موسم آتا جاتا ہے ماحول کی سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ 120 سے 160 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے جھکڑ چلنے لگتے ہیں۔

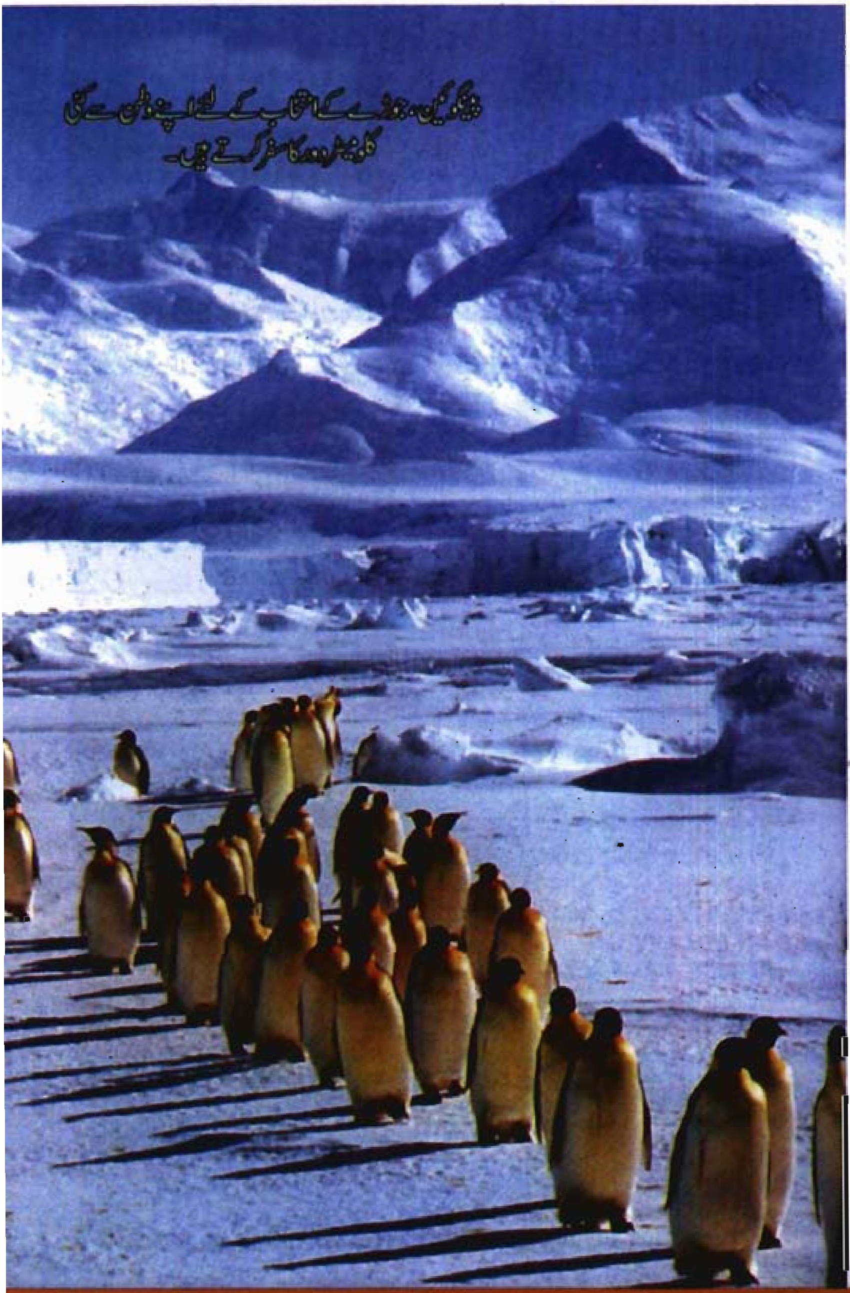

پینگوئین، جوڑے کے انتخاب کے لئے اپنے وطن سے کئی
کلو میٹر دور کا سفر کرتے ہیں۔

اس سب کے باوجود کئی ماہ تک غذا کے بغیر صرف ضرورت کے وقت حرکت کر کے پینگوئین اپنے خاندان کے لئے قربانی کی حیران کن مثال پیش کرتا ہے اور شدید سردی کا مقابلہ کرنے کیلئے پورا خاندان آپس میں زبردست تعاون کرتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پینگوئین اپنی چونچوں کو سینے سے لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں جس سے ان کی کمر بالکل سیدھی ہو جاتی ہے اور ان کے پر، شدید سردی کو روکنے کے لئے ایک ناقابل تسخیر قلعے کا کردار ادا کرتے ہیں۔

یہ سارے کام صف در صف کھڑے ان ہزاروں پرندوں کے درمیان کسی مشکل کے بغیر نہایت اخلاص اور ترتیب کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ یہ پرندے کئی ماہ تک اسی طرح حیران کن تعاون کا مظہر بنے آپس میں جڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ جبکہ انسان کو اپنے اخلاقی اور عقلی اقدار کے باوجود ان مشکل حالات میں اکتاہٹ اور خود غرضی کے جذبات گھیر سکتے ہیں لیکن پینگوئین کا ہر فرد اپنے ہم جنسوں کی خاطر ممکنہ تعاون اور امداد پیش کرتا ہے۔

اس جانور کی جانب سے اس شدید سردی میں انڈے کی حفاظت کے لئے دی جانے والی قربانی ارتقا کے نظریئے کو بالکل باطل قرار دیتی ہے کیونکہ اس کے مطابق بقا ”زیادہ مناسب“ اور ”طاقتور“ کا مقدر ہوتی ہے۔ یہاں ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ فطرت میدان جنگ نہیں بلکہ کمزوروں کی زندگی کی حفاظت کے لئے قربانی اور جاں نثاری کی نمائش گاہ ہے۔

نر اور مادہ پینگوئین اپنے بچے کی حفاظت کے لئے زبردست قربانی اور جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ان شدید حالات میں پورے ساٹھ دن کے بعد انڈے کے اندر بچہ بننے لگتا ہے اور نر پینگوئین کی جاں نثاری کا سلسلہ جاری رہتا ہے کیونکہ وہ انڈے پر بیٹھنے کی پوری مدت میں کچھ نہیں کھا سکتا۔ یہ تو بالکل واضح ہے کہ پینگوئین کے نئے چوزے کو غذا اور مسلسل دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ نر پینگوئین اپنے حلقوم سے دودھ جیسا ایک مادہ نکال کر بچے کو خوراک فراہم کرتا ہے۔ ان مشکل حالات میں مادہ پینگوئین سمندر سے واپس آ کر آوازیں نکالنا شروع کرتی ہیں اور ان کے جواب میں نر پینگوئین بھی ویسی ہی آواز نکالتے ہیں۔ یہ وہی آوازیں ہوتی ہیں جو انہوں نے جوڑوں کے انتخاب کے وقت نکالی تھیں۔ اس طرح نر اور مادہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پینگوئین کو آوازوں میں فرق کرنے کی عجیب وغریب صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

اس مدت کے دوران مادہ پینگوئین اپنے پاس خوراک کا ذخیرہ کر لیتی ہے اور پھر اسے اپنے بچے کے سامنے خالی کر دیتی ہے۔ انڈے سے نکلنے کے بعد بچے کو یہ پہلی حقیقی خوراک ملتی ہے۔ یہاں ذہن میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ مادہ کی واپسی کے بعد نر پینگوئین آرام کرتا ہوگا مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد بھی نر پینگوئین مزید دس دن تک بچے کو اپنے پاؤں پر اٹھائے رکھتا ہے اور اس کے بعد تقریباً چار ماہ خوراک اور حرکت سے اجتناب کے بعد سمندر کی جانب خوراک کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔ تین سے چار ہفتے کی مدت کے بعد نر، بچے کی حفاظت کے لئے واپس آ جاتا ہے اور مادہ دوبارہ خوراک کے حصول کے لئے جاتی ہے۔ ابتدائی عمر میں پینگوئین کا بچہ اپنے جسم کی حرکت کو مرتب کر سکتا ہے اور نہ درجۂ حرارت کو۔ اس لئے اگر اکیلا ہو تو شدید سردی کے سبب ہلاک ہو سکتا ہے اس لئے نر اور مادہ پینگوئین اسے حرارت اور غذا کی ترسیل کا عمل باری باری جاری رکھتے ہیں۔ (۶۲)

جیسا کہ اس مثال سے واضح ہے کہ اگر ضرورت ہو تو نر اور مادہ پینگوئین اپنے بچے کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یقیناً اس جذبۂ قربانی اور تعاون کی تفسیر امرِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کیونکہ جانوروں سے امید تو اس بات کی کی جاتی ہے کہ وہ انڈے کو اپنے حال پر چھوڑ کر شدید سردی سے اپنی حفاظت کے لئے کوشاں ہوں مگر

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے ان کے اندر اپنے بچوں اور انڈوں کی خاطر ایسی شفقت رکھ دی ہے جو اس بے مثال تعاون، قربانی اور جاں نثاری کی صورت میں نظر آتی ہے۔

سمندری گھوڑا، بچے دینے والا واحد نر جانور:

سمندری گھوڑا اس لحاظ سے منفرد حیثیت کا حامل ہے کہ اس کے جسم میں مادہ کے انڈے رکھنے کیلئے ایک تھیلی ہوتی ہے۔ مادہ، انڈوں کو نر کی اس تھیلی میں ڈال دیتی ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس دوران تھیلی کے اندر پلازما نما ایک مائع سے جنین کو خوراک فراہم کرتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ جنین کی تکمیل تک جاری رہتا ہے۔ سمندری گھوڑا دس سے لے کر بیالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ اس دوران مادہ، بچوں کی ولادت کا وقت معلوم کرنے اور دوبارہ انڈے دینے کی تیاری کی خاطر ہر صبح نر اور انڈوں کا جائزہ لیتی رہتی ہے۔ (۶۳)

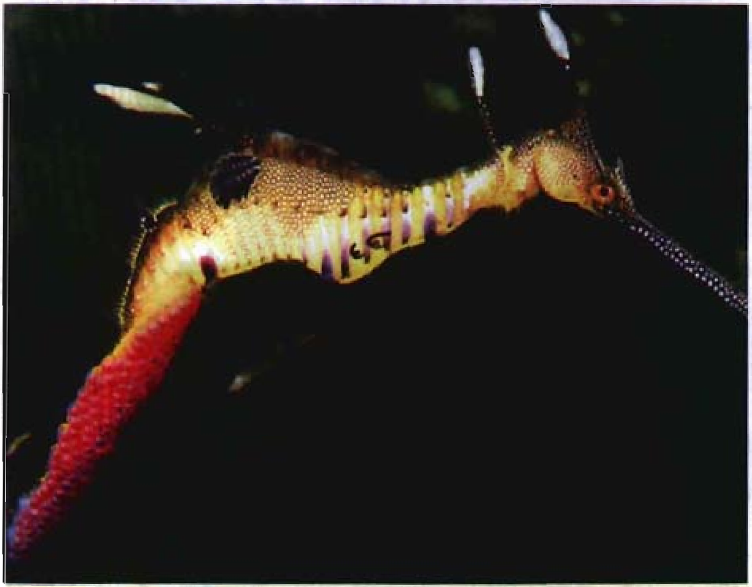

سمندری گھوڑا، بچے دینے والا واحد نر جانور ہے۔ جیسا کہ شکل سے واضح ہے، یہ انڈوں کو پیٹ کے نیچے لگی تھیلی میں کئی ہفتے تک رکھتا ہے۔

اتھرینا مچھلی اور پرخطر سفر:

یہ مچھلی اس لحاظ سے منفرد ہے کہ وہ خشکی پر انڈے دیتی ہے کیونکہ اس کے انڈے کی پرورش اس ماحول کے سوا ناممکن ہے۔ مچھلیوں کے لئے خشکی کا معمولی سا سفر بھی موت سے کم نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود یہ مچھلی خطرات سے دوچار ہوکر بھی اپنی نسل کی بقا کے لئے یہ سفر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الہام سے یہ مچھلی پانی سے نکلنے کے لئے مناسب وقت اور حالات کا انتظار کرتی ہے اور جب چاند پورا ہو جاتا ہے تو رات کے وقت انڈے ریت میں چھپانے کے لئے ساحل پر آتی ہے۔ چاند کے پورے ہونے کا انتظار اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس وقت سمندر کی موجیں زور پر ہوتی ہیں اور مچھلی ان موجوں کے ہمراہ ساحل پر پہنچتی ہے۔ موجوں کا مدوجزر تین گھنٹے جاری رہتا ہے جس میں مناسب موجوں پر سوار ہونے کے وقت کا انتخاب خود مچھلی کرتی ہے۔ جونہی لہر واپس جاتی ہے اس قلیل اور خطرناک وقت میں مادہ مچھلی اپنے ٹیڑھے جسم کے ذریعے ریت میں تقریباً پانچ سینٹی میٹر گہرا گڑھا کھود کر انڈے اس میں دفن کر دیتی ہے۔

اسی پر بس نہیں کیونکہ مچھلی کو یہ انڈے اچھی طرح دفن کرنے پڑتے ہیں تاکہ ان کی پرورش اچھی طرح ہو سکے جبکہ دوسری جانب یہ سارا کام موج کی واپسی سے قبل ہونا چاہیئے کیونکہ اس بارے میں ذرا سی دیر سے بھی مچھلی کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ مچھلی اپنی نسل کی بقا کیلئے اتنی زبردست جاں نثاری اور فداکاری کا مظاہرہ کرتی ہے جبکہ اس بارے میں اعلیٰ قسم کی منصوبہ بندی اس کے علاوہ ہے۔ (۶۴)

فداکاری اور منصوبہ بندی سے بھرپور اس مچھلی کے رویہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ کوئی ایسی طاقت ضرور ہے جو، ان مراحل کی منصوبہ بندی کرتی ہے کیونکہ یہ مچھلی نسل میں اضافے کے سینکڑوں طریقوں میں سے ایک خاص طریقے کا انتخاب کرتی ہے۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ اس مچھلی نے یہ طریقہ اتفاقاً سیکھ لیا ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا منطقی نتیجہ اس کی موت ہوگا کیونکہ وہ انتہائی مختصر اور خطرناک وقت اور ناممکن حالت میں خشکی پر انڈے دینے کا پہلا تجربہ کر رہی ہے۔ اس لئے اس کی جانب سے چاند کے پورا ہونے اور

سمندری لہروں کے مدو جزر اور ان پر سوار ہو کر ساحل پر جا کر، انڈے دینا اور ان کو ریت میں دفن کرنا صرف اور صرف اللہ کے امر سے ہے، جس نے اپنے لطف و کرم سے اسے یہ اعلیٰ صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

کمان مچھلی کا کنول سے بنا گھونسلہ:

مچھلی کی یہ قسم مارچ اور اپریل، دو ماہ مسلسل انڈے دیتی ہے اور انڈوں کا موسم شروع ہونے کی علامت دم کے آخری حصے میں نمودار ہونے والا ایک سیاہ دھبہ ہوتا ہے۔ مادہ مچھلی موسم میں انڈے دینے کیلئے جھیل یا کسی ندی کے ایسے کنارے کا انتخاب کرتی ہے جہاں کنول زیادہ ہوں اور وہاں ایک گول گھونسلہ بناتی ہے۔ اس دوران نر مچھلی آشیانے کی تعمیر کے لئے ضروری کنول اس کی جانب دھکیلتی رہتی ہے اور مادہ انڈے دینا شروع کر دیتی ہے۔ یہ انڈے گھونسلے کے کنول کے پتوں اور شاخوں میں چھپ جاتے ہیں اور اور نر مچھلی ان کی نگرانی اور تازہ پانی کے ذریعے انڈوں کیلئے ضروری آکسیجن کی فراہمی کی خاطر اس کے گرد مسلسل تیرتی رہتی ہے۔ نر مچھلی بچوں کا طول 10 سینٹی میٹر ہونے تک ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔ (٦٥)

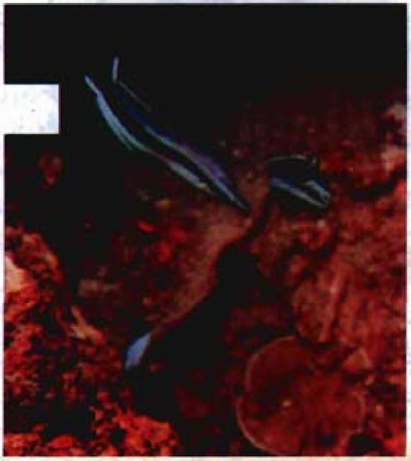

ہورز بینا جو اپنے انڈوں کو گہری کھائی میں ڈالتی ہے: اس نوع کی مچھلی اپنے انڈے سمندر کی تہہ کی کھائیوں میں ڈال دیتی ہے اور نر مچھلی بعد میں ان کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ انڈوں کو درکار آکسیجن کی ضروری مقدار کی فراہمی کے لئے اپنی دم کو مسلسل حرکت دے کر تازہ پانی ان کی جانب دھکیلتی رہتی ہے۔

سلیمان مچھلی کی ہجرت

سلمون (سلیمان) مچھلی پانی کے بہاؤ کے مخالف رخ تیرتی ہے۔

نسل میں اضافے کیلئے سلمون (سلیمان) مچھلی کی ضروری ہجرت:

یہ مچھلی اپنی زندگی کے پہلے پانچ سال کھلے سمندر میں گزار کر جوان ہو جاتی ہے اور اپنے جسم میں چکنائی کی صورت میں توانائی کا ذخیرہ کر لیتی ہے۔ ان پانچ سالوں کے بعد وہ اس ذخیرہ شدہ توانائی کو خرچ کرتی ہے کیونکہ اسے ان میٹھے پانیوں کی جانب ہجرت کرنا پڑتی ہے جہاں سے وہ آئی تھی۔

انڈے دینے کے مقام تک پہنچنے کے لئے اس نوع کی مچھلیوں کو ایک طویل سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ یہ مچھلی پانی کے بہاؤ کے مخالف رخ پر تیرتی ہے۔ اس لئے اسے بسا اوقات۔ پانی کی اونچی رکاوٹوں کو عبور کرنے کے لئے اچھلنا بھی پڑتا ہے۔ دوسری جانب کھاری پانی سے نکلتے ہی ان کی خوراک یکسر موقوف ہو جاتی ہے اور ساری توانائی اس کٹھن سفر میں خرچ ہو جاتی ہے اور جب انڈے دینے کا عمل تکمیل کو پہنچتا ہے تو یہ مچھلی انتہائی لاغر ہو چکی ہوتی ہے اور مر جاتی ہے۔

اس مچھلی کے اتنے کٹھن سفر کی تفسیر صرف یہ کی جاسکتی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے جس نے اس مچھلی کے لئے یہی طرز زندگی چنا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ انڈے دینے کے لئے یہ واپس میٹھے پانی میں اپنے وطن کا رخ کرتی ہے اور اس دوران شدید مشکلات سے دوچار ہوتی ہے۔ اس کے یہ سارے اقدامات اپنے ارادے سے نہیں کیونکہ مچھلی کی کوئی ایسی قسم نہیں پائی جاتی جو صرف اپنے ارادے اور اختیار سے کچھ کر سکے۔ (٦٧)

"خاکستری مچھلی" کا نسل میں اضافے کیلئے طویل سفر:

ہر سال دسمبر اور جنوری میں "خاکستری مچھلی" بحر منجمد شمالی سے کیلی فورنیا کی طرف آتے ہوئے امریکا کے شمالی اور جنوبی ساحلوں کا سفر کرتی ہے اور اس کا مقصد نسل میں اضافے کیلئے گرم پانیوں تک رسائی ہوتا ہے۔ اس سفر کی عجیب بات یہ ہے کہ اس دوران خوراک بالکل نہیں کھاتی کیونکہ قبل ازیں موسم گرما میں وہ قطب شمالی کے جمے ہوئے پانیوں میں اچھی طرح خوراک کھا چکی ہوتی ہے۔ مادہ میکسیکو کے قریب پہنچ کر بچہ دیتی ہے اور دیگر ممالیہ جانوروں کی طرح دودھ پلاتی ہے۔ اس دودھ میں اتنی چکنائی ہوتی ہے جو بچے کو دیگر مچھلیوں کے ہمراہ قطب شمالی کی جانب کٹھن سفر کیلئے ضروری غذا مہیا کرتی ہے۔ (٦٨)

"سلحید" مچھلی کی جانب سے بچوں کی دیکھ بھال:

اس نوع کی مچھلی اپنے بچوں اور انڈوں کی پرورش کا بہت خیال رکھتی ہے چنانچہ انڈوں کے مقام کے اوپر، نر اور مادہ مچھلی باری باری چند منٹ رک کر انڈوں میں موجود بچوں کو درکار آکسیجن کی ضروری مقدار پہنچانے کے لئے اپنے گلپھڑے ہلاتی رہتی ہے۔ اس سے بچوں کی نمو کو روکنے والی چیزوں سے دفاع کرتی ہے۔ اس مچھلی کی جانب سے اس بے پناہ اہتمام کا خلاصہ یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے لئے صفائی بہت ضروری ہے۔ اس لئے یہ مچھلی بارآور انڈوں کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے غیر بارآور انڈوں کو ضائع کر دیتی ہے۔ اگلے مراحل میں نر اور مادہ مچھلی باری باری انڈوں سے بچے نکلنے کا وقت آنے تک انڈوں کو منہ میں اٹھا کر ریت کے گڑھوں میں رکھتی ہے۔ انڈوں کی منتقلی کا یہ عمل کئی بار کیا جاتا ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں تو بھی دونوں باری باری ان کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہ مچھلی عام طور پر گروہوں کی صورت میں یکجا رہتی ہے اور کبھی کوئی بچہ اپنے گروہ سے دور نکل جائے تو نر مچھلی اسے اپنے منہ میں اٹھا کر واپس اسی جگہ لے آتی ہے۔ (٦٩)

"سلحید" صفائی کا اہتمام کرنے والی واحد شے نہیں بلکہ بہت سی دوسری مخلوق بھی اس بارے میں شہرت کی حامل ہے۔ مثلاً "مادہ کن کھجورا" اپنے انڈوں کو باہر کی چیزوں کی تہہ سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلسل چاٹتی رہتی ہے۔ اور انہیں پوری طرح محفوظ

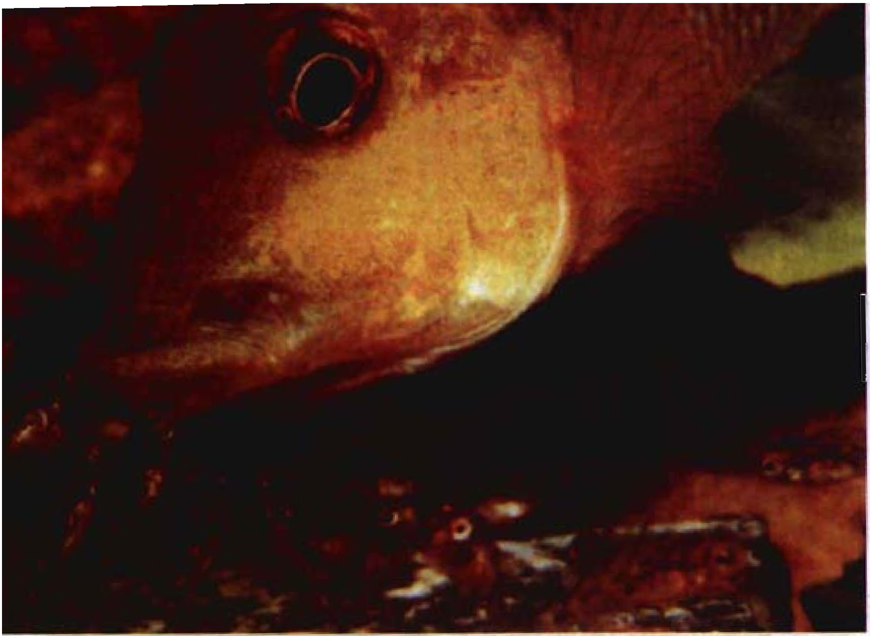

”سلحید“ مچھلی کا منہ اس کے بچوں کے لیئے سب سے پرامن جگہ ہوتی ہے۔

رکھنے کیلیئے ان کے گرد لپٹ جاتی ہے۔ (۷۰) مادہ ہشت پا پتھروں کی درزوں میں انڈے دے کر ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے اور اپنے بازوؤں کے ذریعے پانی دھکیل کر ان کو صاف کرتی رہتی ہے۔ (۷۱)

شترمرغ کی جاں نثاری:

براعظم افریقہ پر سورج کی طاقتور شعاعیں جانداروں پر زبردست اور مہلک اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اس لیئے اس براعظم میں جاندار اپنی حفاظت کے لیئے سایہ دار علاقوں کا رخ کرتے ہیں مگر جنوبی افریقہ میں رہنے والے شترمرغ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جو اپنے بچوں اور انڈوں کا اپنے آپ سے بھی زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ یہ پرندہ اپنے وسیع پر، پھیلا کر انڈوں اور بچوں کو سایہ مہیا کرتا ہے۔ (۷۲) قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ پرندہ اپنے گھونسلے کو سورج کی شعاعوں سے محفوظ رکھنے کے لیئے خود دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے کمزور بچوں کے لیئے قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔

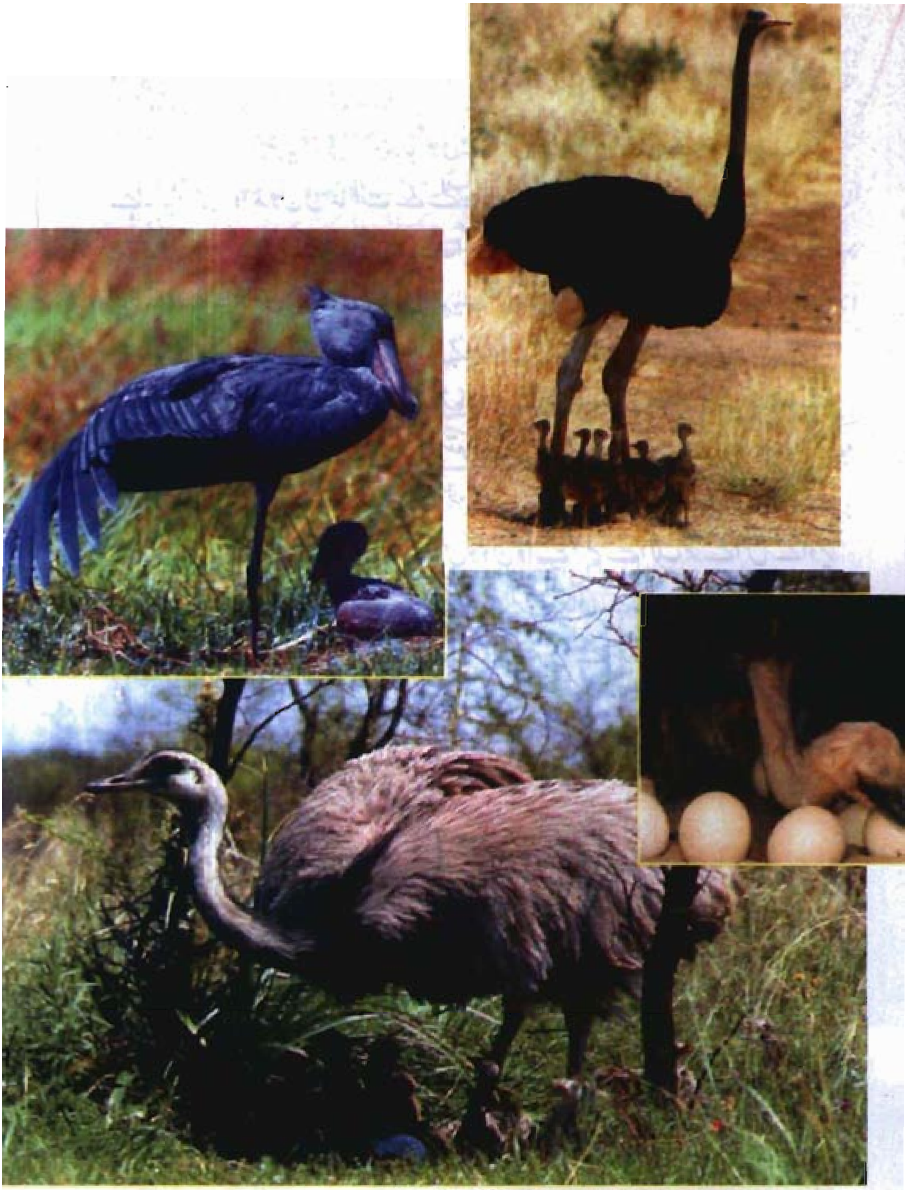

اکثر پرندے اپنے انڈوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے ان پر سایہ کرتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں ان تصاویر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ دائیں اور نیچے: شتر مرغ بچوں اور انڈوں پر سایہ کر رہا ہے۔ نیچے، زامبیا میں پائی جانے والے لقلق کی ایک قسم جو اپنے بچے پر سایہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

''بھیڑیا مکڑی'' اور ریشمی تھیلی:

مادہ ''بھیڑیا مکڑی'' گیند یا گولی کے شکل کے ریشمی کوکون کے اندر انڈے دیتی ہے۔ یہ کوکون وہ انڈوں کی حفاظت کے لئے بناتی ہے اور اسے اپنے پیٹ سے چپکا دیتی ہے چنانچہ کوکون ہر جگہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر کوکون جسم سے الگ ہو جائے تو دوبارہ اسے چپکا لیتی ہے۔ انڈوں سے چھوٹی چھوٹی مکڑیاں نکل آتی ہیں اور کوکون کے پھٹنے تک اس کے اندر رہتی ہیں۔ اس کے بعد ماں کی پیٹھ پر چڑھ جاتی ہیں اور ہر جگہ اس کے ہمراہ جاتی ہیں۔ اس قسم کی بعض مکڑیوں کے بچے اس قدر زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ پشت پر پوری تہہ جما لیتے ہیں۔ اس دوران مکڑی کے بچے خوراک استعمال نہیں کرتے۔

اسی قسم کی ایک اور مکڑی جسے ''معجز بھیڑیا مکڑی'' کہا جاتا ہے، جون یا جولائی کے ہفتے میں انڈوں سے بچے نکلنے کے وقت اس کوکون کو اپنے جسم سے الگ کر کے اس کے اوپر ایک چھتری تان کر اس کی حفاظت کے لئے چھپ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اس دوران انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں مگر نمو پوری ہونے تک وہ اس چھتری کے اندر رہتے ہیں اور بعد ازاں نکل کر مختلف اطراف میں پھیل جاتے ہیں۔ (۷۳)

بلاشبہ اخلاص، شفقت، محبت اور صبر سے بھرپور یہ رویہ ہمارے ذہنوں میں کئی سوالات کو جنم دیتا ہے۔

مادہ مکڑی اپنے بچوں کے لئے ریشمی تاروں سے ایک تھیلی بناتی ہے۔ یہ تھیلی ماں کے جسم کے بنسبت بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ پاؤں کے بل کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکلنے لگتے ہیں تو ماں پرانی تھیلی کے اوپر ایک اور تھیلی بنا دیتی ہے تاکہ پرانی تھیلی سے نکلنے والے بچے محفوظ اور ماں کی نظروں کے سامنے ایک نئے خیمے میں رہ سکیں۔ (۷۴)

حشرات کی جانب سے انڈوں کا اہتمام:

سطح آب پر رہنے والے بعض حشرات اس قدر مصائب سے دوچار ہوتے ہیں ان کے ساتھ زندگی تقریباً ناممکن معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے انڈے خشکی کے معاملے میں بہت کمزور ہوتے ہیں جبکہ سطح آب پر چھوڑنے سے آکسیجن میں کمی کے سبب انڈوں کے اندر بچے مر سکتے ہیں۔ اس لئے نر حشرات سطح آب پر آشیانے بناتے ہیں۔

"تھوسیروس" نامی ایک بڑا آبی حشرہ کی مادہ پانی کی سطح پر تیرنے والی شاخ پر انڈے دیتی ہے اور نر حشرہ پانی میں غوطہ لگا کر انڈوں کے اوپر سے کودتا رہتا ہے تاکہ اس کے جسم سے گرنے والے پانی کے قطرات سے انڈے تر رہیں اور ساتھ ہی باقی حشرات کے خطرے سے ان کی حفاظت بھی ہو۔

نہانے کے تالابوں میں اکثر نظر آنے والے "پیلوسٹوما" نامی بڑے حشرے کی مادہ انڈوں کو نر کی پشت پر چپکا دیتی ہے اس طرح اس کے پانی میں تیرنے کے سبب انڈے مرطوب رہتے ہیں۔ چنانچہ انڈوں کو مناسب رطوبت پہنچانے کیلئے یہ حشرہ گھنٹوں اپنے جسم کے اگلے اور پچھلے حصے کو حرکت دیتا رہتا ہے۔ یا پانی میں تیرتی کسی شاخ سے چپکا دیتا ہے۔

منفرد لو کی مالک حشرات کی ایک قسم آسٹریلیا میں پائی جاتی ہے۔ اس نوع کی مادہ انڈوں کو ترتیب کے ساتھ درخت کی ایک شاخ کے گرد چپکا کر دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔

اریزونا کی سایکومور جیسی گہری وادیوں میں کثرت سے پائے جانے والے "Abedus Berberti" (ابیڈوس بربرٹی) نامی عظیم آبی حشرے کی مادہ، انڈوں کو نر کی پشت پر چپکا دیتی ہے اور وہ ان کو پانی سے تر کرتا رہتا ہے۔ (۷۵)

پروں میں ''بلیدوس'' قسم کے حشرات، دلدلی علاقوں میں کثرت سے پائے جانے والے ''بمبید ون'' اور خشکی میں پائے جانے والے ''ہتروسیروس'' نامی انواع کے حشرات میں انڈوں کو پانی کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی ایک عجیب خاصیت پائی جاتی ہے۔ جب پانی ان کے انڈوں کے اوپر سے گزرنے لگتا ہے تو یہ کوکون کا تنگ دہانہ بند کر دیتے ہیں اور جب پانی اتر جاتا ہے تو اسے کھول دیتے ہیں۔ (۷۶)

حشرات کی جانب سے انڈوں کی حفاظت کے لئے ایسے ترقی یافتہ طریقوں کا استعمال عقل و منطق پر مبنی رویہ کی غمازی کرتا ہے جس کی وجہ سے ہماری توجہ ایک بار پھر تخلیق کی حقیقت کی جانب مبذول ہو جاتی ہے۔

بڑی مکھی کی جانب سے کبھی نظر آسکنے والے بچوں کا اہتمام:

بڑی مکھیوں کی ایک قسم کو ''حفّار'' (کھودنے والی) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے لاروؤں کے لئے زمین میں گڑھا کھودتی ہے۔ یہ گڑھا تھوڑا سا ٹیڑھا ہوتا ہے۔ گڑھا کھودنے کا عمل اس حشرے کے لئے نہایت مشقت طلب کام ہوتا ہے کیونکہ وہ تھوڑی سی مٹی اپنے منہ میں لیتی ہے اور اگلے پاؤں کے ذریعے اسے جسم سے الگ کرتی ہے۔ اس مکھی کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ یہ گڑھا اس طرح کھودتی ہے کہ کھدائی کے عمل کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑتی۔ کھدائی کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ گڑھے سے نکلنے والی مٹی کو منہ میں جمع کر

کے دور لے جا کر پھیلا کر پھینک دیتی ہے جس سے کسی کی توجہ اس جانب نہیں جاتی۔ جب گڑھے میں مکھی کے رہنے کی گنجائش ہو جاتی ہے تو مادہ مکھی عارضی طور پر ایک اور گڑھا کھود دیتی ہے اور خوراک کی تلاش میں پرواز شروع کر دیتی ہے۔

''حفار'' نامی بڑی مکھی اپنے اس بچے کیلئے گڑھا کھودتی ہے جسے وہ کبھی نہیں دیکھ سکتی بلکہ وہ بچے کے انڈے سے نکلنے تک خوراک کا بھی ضروری ذخیرہ جمع کر لیتی ہے۔

مکھیوں کی یہ اقسام ٹڈیوں اور دیگر حشرات کا شکار کرتی ہیں البتہ ان کے شکار کا طریقہ مختلف ہے کیونکہ یہ شکار کو مارنے کی بجائے اسے اپنے ڈنک کے ذریعے بے ہوش کر کے اپنے آشیانے پر لے جاتی ہیں۔ جونہی مکھی اپنے آشیانے میں پہنچتی ہے وہ اس تازہ شکار کے اوپر اپنا واحد انڈہ دیتی ہے اور یہ بے ہوش شکار اس کے انڈے سے نکلنے والے لاروے کی تازہ غذا کے لئے کافی ہوتا ہے۔

آشیانے اور خوراک کی فراہمی کے بعد بچے کی حفاظت کا مرحلہ آتا ہے چنانچہ بڑی مہارت سے مٹی اور کنکریوں کے ذریعے گڑھے کے دھانے کو بند کر دیتی ہے اور اپنے منہ میں چھوٹی سی کنکری لے کر اسے ہتھوڑے کی طرح استعمال کرتے ہوئے مٹی کو برابر کر دیتی ہے اور اس آشیانے کو دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی خاردار ٹانگوں کے ذریعے مٹی کو برابر کر دیتی ہے۔ اس طرح کیموفلاج کا یہ عمل مکمل ہو جاتا ہے، مگر یہ حشرہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ دھوکہ دینے کیلئے اس گڑھے کے ارد گرد مزید کئی گڑھے بھی کھود دیتا ہے۔ اس گڑھے کے اندر موجود خوراک اس کے لاروے کی مکمل پرورش پا کر باہر نکلنے تک

پوری ہوتی ہے۔ (۷۷)

انڈے سے نکلنے والا یہ جاندار اپنی ماں کو کبھی نہ پہچان سکے گا مگر اس کے باوجود وہ اس کی خاطر آشیانے اور غذا کا بندوبست کرتی ہے اور ایسا کرنے کے لئے شدید مشکلات سے دوچار رہتی ہے۔ یہ سارا کام اخلاص، قربانی اور رحمدلی کے اعلیٰ جذبے کے تحت ہوتا ہے۔

اس مثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ غیر عاقل چھوٹا سا حشرہ، امن و سلامتی کی جانب رہنمائی کرنے والی کسی بالائی قوت کے بغیر از خود یہ کام نہیں کر سکتا۔ مگر جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، ارتقا کے داعی کہتے ہیں کہ جانداروں کے یہ مرتب رویے اور طور طریقے ان کو فطرت اور اس میں موجود اتفاقات کی وجہ سے ملتے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں یہ اتفاقات بذات خود غیر عاقل اور بے شعور ہیں۔ ان غیر عاقل جانداروں کے رویوں پر غور کرنے سے اس خالی خولی دعوے کی سطحیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور انسان اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ فقط اللہ کا امر اور الہام جانداروں کے ان عجیب و غریب طور طریقوں کا منبع ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الحشر: ۲۴)

”وہ اللہ ہے بنانے والا، نکال کھڑا کرنے والا، صورت کھینچنے والا۔ اسی کے ہیں سب نام عمدہ پاکی بول رہا ہے اس کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا۔“

* * *

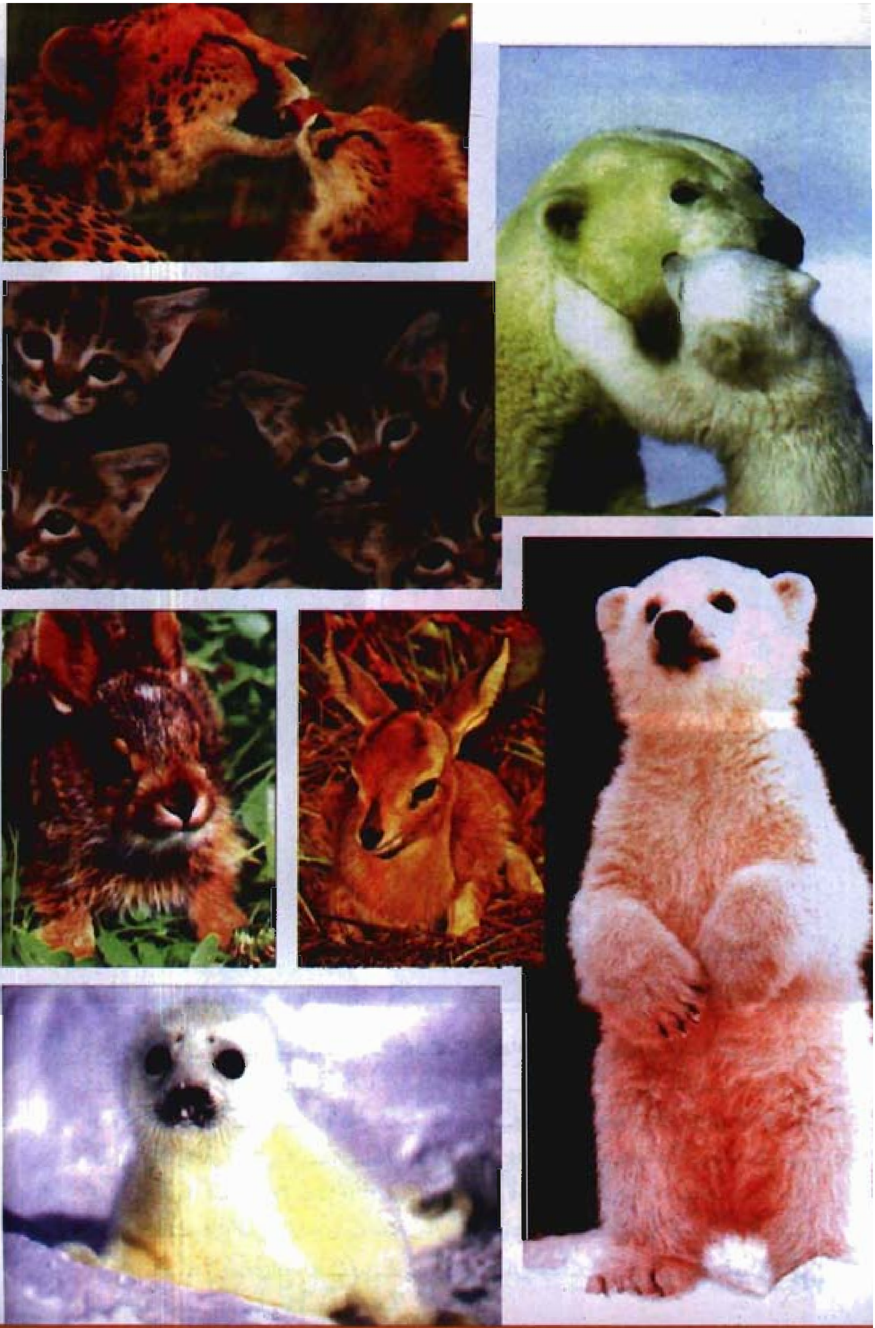

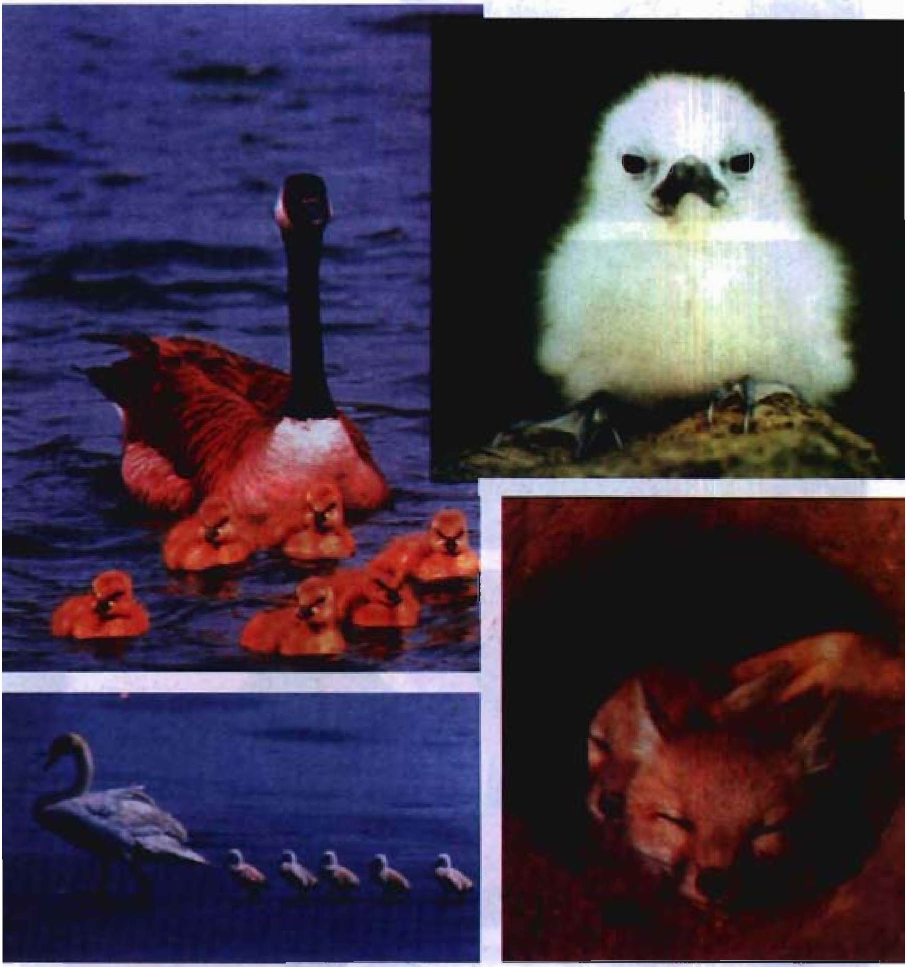

تمام جانداروں کے بچے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی محبت اور شفقت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔

بڑے اور چھوٹے جانداروں کے خارجی منظر اور رویہ کا موازنہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ بچے زیادہ محبوب ہوتے ہیں اور وہ محبت اور شفقت کے جذبات کو انگیخت کرتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا سبب خارجی منظر ہوتا ہے مثلاً بچوں کا گول چہرہ، موٹی موٹی آنکھیں، بھرے بھرے گال اور کھلی پیشانی، بڑوں کو اچھی لگتی ہے۔ جبکہ بعض جانداروں کے بچوں اور بڑوں کا رنگ الگ ہوتا ہے۔ مثلاً لنگور (بابون) کے بچے کا رنگ گلابی مائل سیاہ ہوتا ہے جبکہ بڑے لنگور کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ عام طور پر جانداروں کے گروہوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے کہ بچے ان کو محبوب ہیں۔ بلکہ ایسے منظر بھی دیکھے گئے ہیں کہ کوئی اور مادہ بچے کو پالنے کے لئے اس کی ماں سے چھین کر لے جاتی ہے مگر رنگ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ یہ رویہ بھی بدل جاتا ہے۔ (۷۸)

ہر شے بچوں کی خاطر:

زندگی کی ابتدائی منزل میں چھوٹے بچوں کو نگرانی اور تعاون کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یا تو وہ جسم سے ننگے ہوتے ہیں، یا اندھے، یا شکار کرنے کی صلاحیت سے محروم۔ اس لئے ان کے جوان ہونے تک ماں باپ یا ان کے گروہ کی جانب سے ان کا خیال رکھا جاتا ہے ورنہ وہ بھوک اور سردی کے سبب موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایسا نظام بنایا ہے کہ بڑے جانور بڑی قربانیاں دے کر اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

جب جانوروں کے بچوں کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ شدت سے اس کا احساس کرتے ہیں اور اس کے ردعمل کے طور پر، پر امن مقامات کی جانب بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر وہ بھاگ نہ سکتے ہوں تو بچوں کی زندگی کو بچانے کے لئے بپھر جاتے ہیں اور حملہ آور پر حملہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً چمگادڑ، تحقیق کی غرض سے اس کے بچوں کو گھونسلے سے اٹھانے کی کوشش کرنے والے محققین پر حملہ آور ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتی۔ (۷۹) ریوڑ کی شکل میں رہنے والے جنگلی گدھوں اور زیبروں کا ردعمل بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

گیدڑ جیسے جانوروں کے بچوں کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ بہادری اور شجاعت سے ان کا دفاع کرنے کے لئے باری مقرر کرتے ہیں۔ زرافہ اپنے بچے کو اپنے سینے کے نیچے رکھ کر حملہ آور پر اگلی ٹانگوں سے حملہ کرتا ہے جبکہ پہاڑی بکرے اور ہرن خطرات کو پہچاننے میں منفرد حیثیت کے مالک ہیں اور خطرہ محسوس ہوتے ہی فوراً بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ان کے ریوڑ میں کوئی چھوٹا بچہ ہو تو اس کی حفاظت کے لئے اپنے تیز کھروں سے دشمن پر حملہ کرنے میں بالکل دریغ نہیں کرتے۔

چھوٹے ممالیہ جانور اپنے بچوں کو پر امن مقامات پر چھپا دیتے ہیں اور خطرے کی صورت میں بپھر جاتے ہیں اور دشمن سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً خرگوش نہایت ضعف اور حساسیت کے باوجود اپنے بچوں کی حفاظت کی خاطر بڑی تکلیفیں اٹھاتا

ہے۔ چنانچہ وہ بھاگ کر اپنی بھٹ تک پہنچتا ہے اور دشمن کو اپنی پچھلی ٹانگوں سے لاتیں مارتا ہے۔ بعض اوقات اس کا یہ برتاؤ دشمن کو بھگانے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (۸۰)

ہرن خطرہ محسوس ہوتے ہی اپنے بچوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ اکثر اوقات دشمن پشت سے حملہ آور ہوتا ہے اس لئے وہ بچوں کی حفاظت کے لئے ان سے قریب تر رہنے اور ان کو خطرے سے محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دشمن کی زیادہ قربت کے وقت بچوں کی حفاظت کے لئے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۸۱)

بعض ممالیہ جانور خطرے سے بچنے کے لئے اپنے جسم کے رنگوں کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں مگر چھوٹے بچوں کو یہ طریقہ استعمال کرنے کے لئے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً بارہ سنگھے کی مادہ دشمن سے بچنے کے لئے اپنے بچے کی رنگ کو کیموفلاج کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اس کے بچے کا رنگ کتھئی ہوتا ہے جس میں سفید دھبے ہوتے ہیں۔ ماں اس کو جھاڑیوں میں ساکن کر کے بٹھا دیتی ہے۔ اس طرح سورج کی شعاعوں کے انعکاس سے اس کا رنگ ماحول کی جھاڑیوں سے نہایت مطابقت پیدا کر لیتا ہے۔ اس کے قریب سے گزرنے والے شکاری جانوروں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ طریقہ کافی ہو جاتا ہے، جبکہ ماں بچے سے تھوڑے فاصلے پر سب چیزوں کا جائزہ لیتی رہتی ہے، البتہ کبھی کبھی دودھ پلانے کے لئے اس کے قریب آ جاتی ہے۔ دوسری جانب شکار کو جاتے وقت بچے کو اپنی تھوتھنی کے ذریعے بیٹھنے پر مجبور کرتی ہے۔ عام طور پر بچہ خود بھی ہوشیار ہوتا ہے اس لئے کوئی بھی غیر معمولی آواز سنتے ہی اسے خطرے کی گھنٹی سمجھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ سلسلہ بچے کے بڑے ہو کر ماں کے ساتھ چل پھر سکنے تک جاری رہتا ہے۔ (۸۲)

الو جیسے بعض پرندے دشمن کے مقابلے میں سخت رد عمل کا اظہار کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اسے ڈرانے اور بھگانے کے لئے حملہ بھی کر دیتے ہیں۔ پرندوں کی بعض انواع نمائشی انداز بھی اپناتی ہیں۔ مثلاً اپنے پروں کو پھیلا کر اپنے حقیقی حجم سے بڑا نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ پرندے دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے سانپ کی پھنکار کی نقل اتارتے ہیں مثلاً سیاہ سر والا پرندہ اپنے گھونسلے میں پھڑ پھڑاتے ہوئے بہت زیادہ شور کرتا

ہے جس سے اندھیرا گھونسلہ نہایت خطرناک معلوم ہونے لگتا ہے اور دشمن اس حرکت اور شور کے سبب جلد ہی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ (۸۳)

ڈاروں کی صورت میں یکجا رہنے والے پرندوں میں بچوں کی حفاظت کا منظر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً بچوں کو آبی بگلوں کے خطرے سے بچانے اور بگلوں کو دور بھگانے کے لئے ایک یا دو پرندے بچوں کی گردگشت کرتے رہتے ہیں۔ یہ کام بڑے پرندے باری باری کرتے ہیں اور جس کی باری گزر جاتی ہے وہ پانی، شکار اور دوبارہ واپسی کے لئے توانائی کے حصول کے لئے چلا جاتا ہے۔ (۸۴)

پہاڑی بکرے بچوں کو خطرے سے بچانے کے لئے قربانی دینے میں منفرد حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب ان کو کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ سب نہایت عجیب حرکت کرتے ہیں کہ اپنے بچے کو شکاری جانور سے بچانے کے لئے خود اس کے آگے آ جاتے ہیں۔ یہ رویہ بہت سے جانوروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً چیتے کی مادہ اپنے بچوں کو دشمن سے بچانے کے لئے ہر قدم اٹھاتی ہے۔

نر اور مادہ جانور مختلف طریقوں سے اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ کچھ ان کو دشمن کی نظروں سے چھپاتے ہیں اور کچھ دشمن کو ڈرانے کیلئے حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ تصویر میں بائیں جانب زرافہ نظر آ رہا ہے جو کبھی بھی اپنے

بچے سے دور نہیں جاتا جبکہ تصویر میں بارہ سنگھے کا بچہ نظر آ رہا ہے جس کو اس کی ماں نے نہایت مہارت سے گھاس میں چھپا رکھا ہے۔ اوپر کی تصویر میں الو کی جانب سے بچے کی حفاظت کا منظر نظر آ رہا ہے۔

راکون خطرہ محسوس کرتے ہی سب سے پہلے اپنے بچے کو قریب ترین درخت کی چوٹی پر پہنچاتا ہے اور پھر دشمن سے مقابلے کے لئے نیچے اتر آتا ہے۔ اس کے بعد بچوں کی جگہ سے دور ہٹنا شروع کر دیتا ہے اور جب خطرہ ٹل جانے کا یقین ہو جائے تو چھپ کر واپس بچوں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ یہ کوشش ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتی کیونکہ بچے شکاری جانوروں سے محفوظ رہ جاتے ہیں مگر ماں باپ اکثر اوقات موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (۸۵)

کچھ پرندے بچوں سے دشمن کی توجہ ہٹانے کے لئے زخمی ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ جب شکاری جانور گھونسلے کے قریب آتا ہے تو مادہ خاموشی سے گھونسلے سے نکل کر دشمن کے قریب گرتے پڑتے زمین پر ایک پر لگا کر پھڑ پھڑاتے ہوئے مدد کی طلب کے لئے دردناک آوازیں نکالنے لگتی ہے۔ مادہ یہ ڈرامہ اپنی حفاظت کے ضروری اقدامات کرنے کے بعد کرتی ہے۔ اس طرح وہ شکاری جانور کو یہ باور کراتی ہے کہ وہ اس کے لئے تر لقمہ ہے مگر جونہی یہ اس کی جانب بڑھتا ہے اس کے بچوں سے دور تر ہوتا چلا جاتا ہے اور مادہ

ڈرامہ ختم کر کے اس کے سامنے سے اڑ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو اپنے بچوں کی اس قدر دیکھ بھال اور حفاظت کا الہام کیا ہے۔

یہ ناٹک نہایت مہارت سے رچایا جاتا ہے اور اکثر اوقات بلیاں، کتے، سانپ اور حتی کہ بعض پرندے بھی اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ سطح زمین پر گھونسلہ بنانے والے پرندوں کے لئے ناٹک رچانے کا یہ طریقہ اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے نہایت مفید اور کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اڑنے سے عاجز پرندہ بطخ، خطرناک جانور کی آمد پر سطح آب پر ہی یہ ڈرامہ رچاتی ہے اور دشمن اور اپنے بیچ حفاظتی فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے مسلسل پر مارتی رہتی ہے اور جب اسے دشمن کے بچوں کے گھونسلے سے دور ہونے کا یقین ہو جاتا ہے تو ڈرامہ چھوڑ کر واپس گھونسلے کی جانب آ جاتی ہے۔ حیاتیاتی سائنسدان بعض پرندوں کی جانب سے رچائے جانے والے اس ناٹک کی کوئی قابل تسلیم توجیہ نہیں کر سکے۔ (۸۶)

کیا یہ پرندے خود ایسا ڈرامہ رچا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، کیونکہ اس کام کے لئے بڑی ذہانت اور عقلمندی درکار ہے۔ ذہانت، نقل اتارنے میں مہارت، صلاحیت اور اس سے بڑھ کر حیران کن شجاعت کے بغیر یہ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ شکاری جانور سے بچے کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑا پرندہ بلا تردد اپنے آپ کو شکار کے طور پر پیش کرتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے

کہ یہ پرندے یہ رویہ دوسرے جانوروں سے نہیں سیکھتے۔ (۸۷) کیونکہ یہ امر پیدائشی طور پر ان میں پایا جاتا ہے۔

یہاں ہم نے جس قدر مثالیں پیش کی ہیں وہ جانداروں کی دنیا کے بارے میں مشتے از خروارے ہیں کیونکہ جانداروں کی لاکھوں مختلف اقسام، مختلف طریقوں سے اپنا دفاع کرتی ہیں، لیکن ان سب طریقوں کا نتیجہ نہایت عجیب وغریب ہوتا ہے کیونکہ یہ فرض کرنا بہت مشکل ہے کہ پرندہ سوچ سمجھ کر اپنے بچے کی حفاظت کے لئے اپنی قربانی پیش کرتا ہے۔

بعض پرندے دشمن کو گھونسلے سے دور رکھنے کے لئے زخمی ہونے کا ناٹک رچا کر ہمارے سامنے قربانی کی مثال پیش کرتے ہیں۔

اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ ہم غیر عاقل مخلوق کے بارے میں بتا رہے ہیں اور ان کی سوچ میں شفقت، محبت اور ہمدردی کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان رویوں کی واحد توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے کراں رحمت کا نمونہ دکھانے کے لئے جانداروں کو محبت اور شفقت سے بھرپور طور طریقے الہام فرمائے ہیں۔

حشرات بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں:

سویڈش سائنسدان اڈولف موڈیر (Adolf Modeer) نے حشرات کی دنیا میں ماں باپ کی جانب سے بچوں کی حفاظت کا پہلی بار انکشاف 1764ء میں اس وقت کیا

جب وہ ''یورپی نائٹ'' نامی حشرے پر تحقیق کر رہا تھا۔ اسے پتہ چلا کہ اس حشرے کی مادہ اپنے انڈوں پر بغیر کھائے پئے بیٹھی رہتی ہے اور اس کے انڈوں کو جب کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ لڑاکی بن جاتی ہے۔ (۸۸)

اس زمانے میں سائنسدان اور محققین حشرات کی جانب سے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کا سبب، نظریہ ارتقا کے حامی اور ڈی لاویر یونیورسٹی میں عالم حشرات کے استاد پروفیسر ڈوگلس ڈبلیو ٹللینی (Douglas W.Tallany) یوں بیان کرتے ہیں:

> حشرات کو اپنے بچوں کا دفاع کرتے ہوئے بہت سے خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہاں عالم حشرات کے سائنسدان یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ارتقا کے عمل کے دوران اس خصلت کے ختم نہ ہونے کا راز کیا ہے، کیونکہ خطروں سے پُر دفاع کا طریقہ اختیار کرنے کی بجائے زیادہ انڈے دینا زیادہ اچھی حکمت عملی ہو سکتا ہے۔ (۸۹)

ڈوگلس ڈبلیو ٹللینی ارتقا کا حامی ہونے کے باوجود اس حیران کن سوال پر تعلیق کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نظریہ ارتقا کے مفروضوں کے مطابق اس صفت کا خاتمہ ہو جانا چاہئے لیکن یہ حقیقت حشرات یا دیگر جانداروں میں مختلف صورتوں میں صرف اپنے بچوں کے دفاع کے لئے بھی نہیں بلکہ بڑوں کے دفاع کے لئے بھی موجود ہے۔

یہاں ہم حشرات کی دنیا سے جنوب مغربی امریکا میں ارٹیکا کاۓ (Urticaceae) نامی پودے پر رہنے والے کیڑے ڈانٹیلا کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اس کی مادہ اپنے انڈوں اور ان سے نکلنے والے لاروں کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی قربانی دے دیتی ہے۔ گھاس کا ایک حشرہ ان لاروں کا سب سے بڑا دشمن ہے جس کا منہ چونچ نما، سخت اور تیز ہوتا ہے اور یہ ان لاروں کو بڑی آسانی سے نگل جاتا ہے جبکہ دوسری جانب ڈانٹیلا کے پاس دشمنوں سے دفاع کے لئے پھڑ پھڑانے اور دشمن کو بھگانے کے لئے اس کی پشت پر سواری کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ بچے دشمن کے ساتھ ماں کی اس لڑائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پتے کی بڑی رگ کے رستے بھاگتے ہوئے دوسرے تازہ اور مڑے ہوئے پتے کے

اندر پناہ لے لیتے ہیں۔ اگر ماں کی زندگی بچ گئی تو وہ بھی اسی رستے سے اپنے بچوں کی حفاظت اور پہرے داری کے لئے پہنچ جاتی ہے۔ اس شاخ پر یہ سفر دشمن کے سامنے ہی ہوتا ہے جس کو رستہ معلوم ہوسکتا ہے۔ بعض اوقات یہ حشرات دشمن حشرے کو بھگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ماں ان لاروں کو دوسرے کسی تازہ پتے پر جانے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ وہ خود زیادہ پرامن پتے کا انتخاب کرتی ہے جبکہ اکثر اوقات یہ حشرات اپنے لاروں کے دفاع میں کام آ جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے لاروں کو دشمن سے بھاگنے اور چھپنے کے لئے مناسب موقع فراہم کردیتے ہیں۔ (۹۰)

ڈانٹیلا دوسرے حشرات سے اپنے لاروں کی حفاظت کرتے ہوئے۔

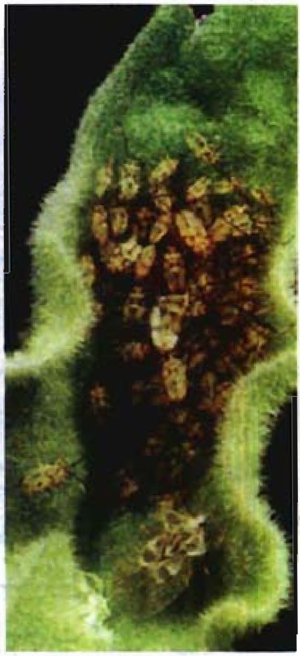

حشرات کی یہ دونوں قسمیں برازیل اور نیوگینی میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے (۹۴) کہ یہ اپنے بچوں کو دشمن سے بچانے کے لئے ان کے اوپر لیٹ جاتے ہیں۔

چھپے پروں والے کھچوے کے لاروے ماں کے جسم کے نیچے ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ یہ حشرہ برازیل میں پایا جاتا ہے۔ ماں اپنے انڈوں اور بچوں کی بھرپور حفاظت کرتی ہے اور آخر کار لاروؤں کو خوراک کے مناسب مقام تک پہنچاتی ہے۔ اس دوران اگر اس کا کوئی اکیلے بچہ دور کھیلنے چلا جائے یا پیچھے رہ جائے تو فوراً اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ (۹۲)

بچوں کو خوراک کی فراہمی:

بچوں کو دشمنوں سے دفاع کی طرح خوراک کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور ان کے ماں باپ ان کو خوراک کی فراہمی کے لئے عام حالات سے زیادہ شکار کرتے ہیں جبکہ اسی دوران وہ ان کے دفاع کے لئے بھی تیار رہتے ہیں۔ مثلاً پرندوں کا جوڑا اپنے بچوں کو دن کے ایک گھنٹے میں 4 سے 12 مرتبہ تک غذا فراہم کرتا ہے۔ اگر ان کے بچوں کی تعداد زیادہ ہو تو خاندان کی ضرورت کے مطابق غذا کی فراہمی کے لئے ان کو سینکڑوں بار گھونسلے سے نکلنا پڑتا ہے۔ اس کی سب سے اچھی مثال سیاہ سر والا پرندہ ہے جو روزانہ اپنے بچوں کو اپنی چونچ میں کیڑے لا کر کھلانے کے لئے اوسطاً 900 مرتبہ اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے۔ (۹۳)

ممالیہ جانوروں میں خوراک کی فراہمی کا عمل ذرا مختلف ہوتا ہے کیونکہ ان میں یہ کام مادہ کے ذمے ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو بچوں کی توانائی کے واحد ذریعے دودھ کی وافر مقدار میں فراہمی کے لئے عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ خوراک کھانا پڑتی ہے۔ مثلاً سگ ماہی 10 سے 18 دن تک دودھ پلاتی ہے۔ اس دوران بچے کا وزن مسلسل بڑھتا ہے جبکہ ماں کا وزن اضافی خوراک کھانے کے باوجود بھی گھٹتا رہتا ہے۔ (۹۴)

اکثر جاندار اپنے بچوں کو خوراک کی فراہمی کے لئے بڑی قربانی دیتے ہیں۔ مثلاً زرد سر والا پرندہ اپنے بچوں کو خوراک کی فراہمی کے لئے سینکڑوں بار گھونسلے کی جانب آتا جاتا ہے جبکہ سگ ماہی اپنے وزن میں کمی کے باوجود اپنے بچے کو دودھ پلاتی رہتی ہے۔

عام حالت میں جب پہلی بار بچہ پیدا ہوتا ہے تو نر اور مادہ دونوں کو 3 سے 4 گنا اضافی توانائی صرف کرنی پڑتی ہے۔ (۹۵)

نر اور مادہ پرندے کے پاس کمزور اور ضرورتمند بچوں کی موجودگی میں ان کی جانب سے صرف ہونے والی توانائی کا اندازہ لگانے کے لئے لوزان یونیورسٹی میں تحقیق کی گئی۔ یہ تحقیق حیاتیات کے پروفیسر ہینز رچنر (Heinz Richner) اور ان کے شاگردوں نے کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نر پرندے کو بھی اس دوران بہت زیادہ ذمہ داریاں نبھانی پڑتی ہیں۔ تحقیق کے دوران انہوں نے ہر گھونسلے میں بچوں کی تعداد بدل کر ہر نر کی کوشش کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اور یہ نتیجہ نکالا کہ جس نر کے گھونسلے میں بچے زیادہ ہوتے ہیں اس کو دوگنی محنت کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے وہ جلدی مر جاتا ہے۔ اسی طرح زیادہ بچوں والے نر پرندوں میں طفیلی امراض کی شرح 76% فیصد جبکہ عام اور کم بچوں والے نر پرندوں میں یہ شرح 36% فیصد ہے۔ (۹۶)

ان معلومات سے ہمیں پرندوں کی جانب سے اپنے بچوں کی پرورش کے لئے قربانی اور جاں نثاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

غوطہ خور پرندہ اور خوراک میں پیش کئے جانے والے پر:

غوطہ غور پرندے کو بچوں کے لئے چلتا پھرتا گھونسلہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کے بچے اپنی ماں یا باپ کی پشت پر سوار رہتے ہیں اور یہ ان کو گرنے سے بچانے کے لئے پروں کو ذرا کھول دیتا ہے۔ جب بچوں کو غذا پہنچانے کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی گردن موڑ کر خوراک سے بھری چونچ سے خوراک فراہم کرتا ہے۔ البتہ ان بچوں کی پہلی خوراک صحیح

معنوں میں خوراک نہیں بلکہ وہ پر ہوتے ہیں جو ماں باپ نے پانی سے جمع کیے ہوتے ہیں یا اپنے سینے سے نوچے ہوتے ہیں۔ بچے، پروں کی ایک اچھی خاصی مقدار کھا جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ پرندے اپنے بچوں کو پر کھلاتا کیوں ہے؟ معلوم ہوا ہے کہ یہ پر، بچوں کے معدے میں ہضم نہیں ہوتے بلکہ وہاں جمع رہتے ہیں اور کچھ خوراک کی نالی میں بھی اڑے رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے بچوں کو مچھلی کھانے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ معدے کے اندر کوئی چیز نہ ہونے کی صورت میں مچھلی کے کانٹوں سے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد یہ پرندے ساری زندگی پر کھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے بچوں کو پیش کی جانے والی پروں کی پہلی خوراک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ (۹۷)

پرندوں کی کچھ قسمیں اپنے بچوں کو مچھلی کھلاتی ہیں۔ چنانچہ پرندہ پانی میں غوطہ لگا کر بڑے ماہرانہ طریقے سے مچھلی کی دم سے اسے شکار کرتا ہے۔ شکار کے اس انداز کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً چونچ میں دم سے پکڑی ہوئی مچھلی بچوں کو کھلانا آسان ہوتی ہے کیونکہ اس طرح کانٹوں کی ترتیب کے سبب بچے کے حلقوم میں

پیلیکان اور گوا کارواور پرندوں کی اکثر اقسام اپنے بچوں کو خوراک اپنے حلقوم کے ذریعے پیش کرتی ہیں۔ اس تصویر میں ایک پرندہ اپنی ماں کی چونچ سے ایک پر لے رہا ہے۔

کوئی زخم نہیں آتا اور وہ آسانی سے اسے نگل لیتا ہے۔ دوسری جانب شکار کے طریقے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس کے لئے ہے مثلاً اگر مچھلی دم سے پکڑی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ یہ چھوٹے بچوں کے لئے ہے اور اگر کسی اور جگہ سے پکڑی ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑوں کی خوراک ہے۔ (۹۸)

گواکارو کا بچوں کی غذا کے لئے طویل سفر:

گواکارو نامی پرندہ اپنا گھونسلہ سطح زمین سے تقریباً 20 میٹر اونچائی پر بناتا ہے اور ہر رات بچوں کی خوراک کے لئے ضروری پھلوں کی فراہمی کیلئے پانچ سے چھ بار گھونسلے سے نکلتا ہے۔ جب مناسب پھل مل جاتا ہے تو اس کا نرم حصہ نکال کر بچوں کے لئے لذیذ غذا تیار کرتا ہے۔ اس نوع کے پرندوں کی ڈاریں رات کو غذا کی تلاش میں نکلتی ہیں اور 25 کلومیٹر سے زائد فاصلہ طے کرتی ہیں۔ (۹۹)

گوا کارو کی طرح اور بھی کئی قسم کے پرندے، اپنے بچوں کو خوراک تیار کر کے دیتے ہیں مثلاً لقلق خوراک کا شوربہ سا بنا کر اپنے بچوں کو کھلاتا ہے جبکہ ''عقرب الدقائق'' بلانکٹون کو چھوٹی مچھلیوں سے ملا کر اپنے بچوں کے لئے مرغن غذا تیار کرتا ہے۔ دوسری جانب کبوتر اپنے حلقوم سے ایک مائع، خوراک کے اوپر ڈالتا ہے جسے کبوتر کا دودھ کہا جاتا ہے۔ یہ مائع لحمیات اور چکنائیوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ دودھ ممالیہ جانوروں کے دودھ سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ یہ کبوتر اور کبوتری دونوں میں پایا جاتا ہے۔ کچھ دیگر پرندے اپنے بچوں کے لئے دودھ جیسی غذا تیار کرتے ہیں۔ (۱۰۰)

پرندوں کے چوزوں کو ماں باپ کی حفاظت کی اشد ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ یہ بچے صرف منہ کھول کر ماں باپ کی جانب سے فراہم کی جانے والی خوراک کے انتظار کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ آبی بگلے کے بچے ایسا ہی رویہ اپناتے ہیں۔ ان بچوں کی خوراک رینگا مچھلی ہوتی ہے اور یہ خوراک کے حصول کے لئے ماں کی چونچ پر موجود سرخ نشان پر اپنی

چونچ لگا دیتے ہیں۔

عرعر (پرندے) کے بچے جونہی ماں باپ کی آمد کو محسوس کرتے ہیں تو خوراک کے انتظار میں اپنا سر گھونسلے کے اوپر نکال کر منہ کھول دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تک وہ دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس عمر میں بچوں کی چونچ کے گرد ایک زرد چمکدار حلقہ ہوتا ہے جو اس میں خوراک ڈالنے کا نشان ہوتا ہے۔ دوسری جانب چونچ نہایت حساس ہوتی ہے جس کے سبب اسے بند کرنے کے بعد کھولنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ بچوں کی چونچ کی حساسیت اور منفرد رنگ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ خصوصاً اندھیرے گڑھوں کے اندر گھونسلے بنانے والے پرندوں میں غذا کی فراہمی کے لئے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کی ایک اور مثال ”کولیڈیان اسپینوزا“ نامی پرندہ ہے جو اپنا گھونسلہ اندھیرے گڑھوں میں بناتا ہے۔ اس کے بچوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ان کی چونچ پر باہر کی جانب دونوں طرف نیلے اور ہرے رنگ کے دو واضح ابھار ہوتے ہیں جو گھونسلے میں داخل ہونے والی روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ چمکنا شروع کر دیتے ہیں اور بعد ازاں اندھیرے گھونسلے میں روشنی کا منبع بن جاتے ہیں۔ یہ روشنی صرف ماں کو بچوں تک پہنچنے کے لئے آسانی پیدا نہیں کرتی بلکہ رنگ کے اختلاف سے ماں کو یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ کونسے بچے نے خوراک کھالی ہے اور کونسا بھوکا ہے۔

کینابس ساتیو (cannabis sativa) نامی پرندے کے بھوکے بچے کی گردن کی رگوں میں خون کی مقدار میں اضافے کی وجہ سے اس کی چونچ کے گرد سرخ نشان پڑ جاتا ہے، مگر جب وہ غذا حاصل کر لیتا ہے تو ہضم کے عمل کیلئے خون کا دباؤ معدے کی جانب ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کی چونچ کے گرد سرخی میں کمی آ جاتی ہے۔ اس طرح ماں باپ بھوکے اور سیر بچوں کے درمیان فرق کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ (۱۰۱)

سچی بات ہے کہ پرندوں کی خارجی شکل وصورت اور ان کے رویوں میں پائی جانے والی مکمل مطابقت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ فطرت اور اس میں آباد جانداروں بلکہ ہر شے کا خالق ایک ہے کیونکہ فقط ”اتفاق“ ایسی کامل اور خوبصورت ترتیب کو وجود نہیں بخش سکتا۔

بن ککڑ اور بچوں کو پانی کی فراہمی:

جانداروں اور ان کے ماحول میں مطابقت ایک عام سی بات ہے۔ اس مطابقت کی ایک اور مثال بن ککڑ ہے۔ یہ پرندہ اپنے رہنے کے لئے کوئی ایک آشیانہ نہیں بناتا۔ انڈے دینے کے موسم میں کسی الگ تھلگ جگہ ریت میں تین انڈے دے دیتا ہے۔ جونہی انڈوں سے بچے نکلتے ہیں وہ درختوں کے بیجوں پر مشتمل خوراک کی تلاش شروع کر دیتے ہیں جبکہ وہ اڑ نہ سکنے کی وجہ سے پانی تک نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ اس موقع پر پانی کی فراہمی بن ککڑ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کچھ پرندے اپنے بچوں کے لئے پانی اپنی چونچ میں لاتے ہیں لیکن بن ککڑ چونکہ پانی بہت دور سے لاتا ہے اس لئے رستے میں اسے خود بھی پانی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس لئے اس پرندے کی ساخت میں ایک ایسی خصوصیت ہے جس کے سبب وہ پانی لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے سینے اور پیٹ کے پروں کے اندر ریشے کی ایک تہہ ہوتی ہے۔ جب یہ پانی کے پاس پہنچتا ہے تو سینے اور پیٹ کو ریت سے رگڑ کر اس چکنے مادے کو صاف کرتا ہے کیونکہ اس مادے کی وجہ سے پر نہیں بھیگتے۔ اس کے بعد سب سے پہلے خود پانی پیتا ہے پھر پروں کو کھول کر جسم کو آگے پیچھے حرکت دے کر پروں کو زیادہ سے زیادہ بھگونے کی کوشش کرتا ہے۔ پروں کا ریشہ دار حصہ اسفنج کی طرح پانی جذب کر لیتا ہے۔ عام طور پر پروں میں محفوظ یہ پانی عمل تبخیر سے محفوظ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود 25 کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر کے دوران اس کا کچھ حصہ بخارات بن کر اڑ جاتا ہے۔ آخر کار جب باپ اپنے بچوں کے پاس پہنچتا ہے تو وہ سب اس کی جانب دوڑے چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد بن ککڑ اپنے جسم کا اگلا حصہ اوپر کو اٹھا دیتا ہے اور بچے اس کے

> ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾
>
> (سورۂ ہود/ ۵)
>
> ”اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی اور وہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے۔ سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں“۔

پروں سے پانی اس طرح چوسنا شروع کر دیتے ہیں جس طرح ممالیہ جانوروں کے بچے دودھ پیتے ہیں۔ بچوں کو پانی پلانے کے بعد بن ککڑ ریت سے رگڑ کر پروں کو خشک کر لیتا ہے۔ پانی پلانے کا یہ عمل دو ماہ تک جاری رہتا ہے اور اس وقت تک بچوں کے کچے پر جھڑ کر دوبارہ اگ چکے ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی پیاس بجھانے کے قابل ہو چکے ہوتے ہیں۔ (۱۰۲)

اوپر: بن ککڑ خود پانی پینے کے بعد اپنے بچوں کو پانی کی فراہمی کے لئے اپنے پر بھگو رہا ہے۔
بائیں: مادہ لقلق اپنے بچوں کے لئے پانی اپنے حلقوم میں لے کر جاتی ہے۔

بن ککڑ کا یہ رویہ ہمارے ذہنوں میں کئی سوالات کو جنم دیتا ہے۔ کیونکہ یہ پرندہ اپنے خارجی اوصاف اور ان کی اپنے ماحول سے مطابقت اور ان سے استفادہ کی کیفیت کو خوب سمجھتا ہے۔ وہ یہ سب کام اس لئے کرتا ہے کہ اس کے رویے کا سرچشمہ الہام الٰہی ہے جس نے اسے اپنے ماحول کے مطابق عمل کرنے کی قدرت بخشی ہے۔

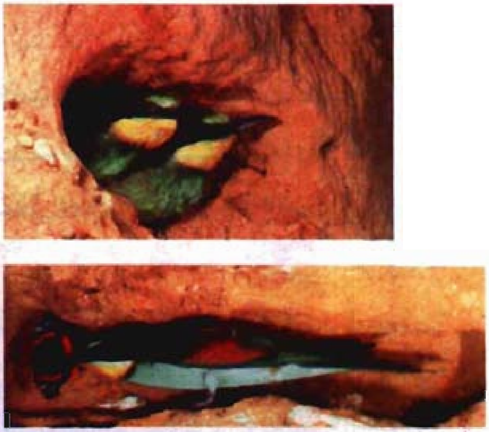

نحل پرندہ اپنے بچوں کو تتلیاں اور ان جیسے دوسرے حشرات کھلاتا ہے لیکن کسی بھی ضرر سے بچانے کے لئے وہ ان حشرات کو درخت کی شاخ پر پٹخ کر مار دیتا ہے اور پھر بچوں کو کھلاتا ہے۔ (۱۰۳)

اوپر: نحل پرندہ کے بچے خوراک کے انتظار میں

نیچے: مادہ نحل، بچوں کے لئے خوراک لا رہی ہے۔

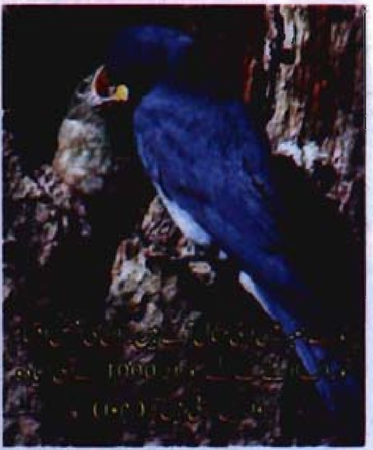

[illegible]
[illegible] 1000 [illegible]
[illegible] (۱۰۴)

پرندے اپنا زیادہ تر وقت بچوں کو خوراک فراہم کرنے میں گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مختلف طریقوں سے رزق فراہم کرتا ہے۔ ان تصاویر میں بچے کے انڈے سے نکلنے کے بعد پرورش کے مختلف مراحل دکھائے گئے ہیں:

ا۔ پرندہ اپنے انڈوں کی حفاظت کرتے ہوئے۔

ب۔ پرندہ اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہے۔

ج۔ بچوں کے لئے خوراک کی فراہمی کیلئے غوطہ خوری کر رہا ہے۔

د۔ خوراک کے حصول کا لمحہ۔

ھ۔ بھوکے بچوں کی جانب خوراک کے ہمراہ اڑان۔

و۔ بچوں کو خوراک کھلانے کا منظر

حشرات کی جانب سے بچوں کو خوراک کی فراہمی:

اکثر حشرات اپنے لاروؤں اور بچوں کو خوراک فراہم کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال ”حفار“ نامی حشرہ ہے جو گڑھوں میں موجود اپنے بچوں کو بیجوں کی خوراک فراہم کرتا ہے۔ درختوں کے اوپر رہنے والا کودنے والا حشرہ اپنے بچوں کو درخت کی چھال کے نیچے حلزونی شکل کی درزوں میں رکھتا ہے اور غذائی مواد سے بھرپور پتوں سے نیچے اترنے والے رس کے ذریعے بچوں کو خوراک فراہم کرتا ہے۔ دوسری جانب دیمک کا کام بہت مشکل ہوتا ہے۔ بعض دوسرے حشرات لکڑی کو اپنے معدے میں نرم کر کے اپنے بچوں کو خوراک فراہم کرتے ہیں۔ یہ حشرات پہلے خود لکڑی کھاتے ہیں اور معدے میں ہاضم سیال مادوں کے ذریعے اسے ہضم کرنے کے بعد قے کر کے یہ تیار خوراک بچوں کو فراہم کرتے ہیں۔ کن کھجورا درخت کی چھال کے نیچے لکڑی کو چبا کر سرنگیں کھودتا ہے اور ان سرنگوں میں انڈے دینے کے ساتھ ساتھ کھمبی نما پودوں کی کچھ مقدار بھی جمع کرتا ہے تاکہ سلیلوز بچوں کے لئے تیار غذا بن سکے۔ (۱۰۵)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مختلف طریقوں سے رزق پہنچاتا ہے۔ حشرات کی جو مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ بھی ان مخلوقات میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کھلاتا ہے۔ وہ بڑے حشرات کے واسطے سے چھوٹے حشرات کو کھلاتا ہے اور اسی نے ان کو یہ سارے طریقے سمجھائے ہیں۔

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (العنکبوت:۶۰)

”اور کتنے جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی۔ اللہ روزی دیتا ہے ان کو اور تم کو بھی اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔“

چھوٹے جانداروں کی جانب سے بچوں کی نقل وحرکت:

چھوٹی مخلوق عام طور پر ناتواں اور کمزور ہوتی ہے اس لئے خطرے کے وقت ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔ ہر جاندار کا بچوں کی منتقلی کا طریقہ جدا جدا ہے۔ بعض جاندار اپنے بچوں کو پشت پر، بعض منہ میں اور کچھ جسم میں موجود خالی تھیلیوں میں

اٹھاتے ہیں۔ ان تمام حالات میں بچے محفوظ ہوتے ہیں اور محفوظ مقامات پر منتقل کیے جاتے ہیں۔

خطرے کی حالت میں بچوں کی محفوظ مقام پر منتقلی کمزوروں کے لئے قربانی کی ایک اچھی مثال ہے کیونکہ اس صورت میں ماں باپ کی قوت دفاع میں کمی آجاتی ہے۔ لیکن تمام خطرات کے باوجود ماں باپ، بچوں کا دفاع جاری رکھتے ہیں۔

بچوں کو اٹھانے کا عام طریقہ، پشت پر اٹھانا ہے۔ بچوں کو پشت پر اٹھانے والے بندر اس کی ایک اچھی مثال ہیں کیونکہ اس حالت میں بچہ ماں کی پشت پر گھنے بالوں سے اچھی طرح چمٹ جاتا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ حرکت کر سکتی ہے۔ خطرے کے وقت بچے کے پشت پر ہونے کے باوجود درخت پر چڑھ کر ایک درخت سے آسانی کے ساتھ دوسرے درخت پر منتقل ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک اور مثال مادہ کینگرو ہے جو دوسرے تھیلی والے ممالیہ جانوروں کی طرح اپنے بچے کو پیٹ کے نچلے حصے میں گھنے بالوں سے ڈھکی ایک تھیلی میں اٹھاتی ہے۔ بچہ کینگرو، تقریباً پانچ ماہ تک اس تھیلی میں رہتا ہے اور اس کے بعد تھیلی سے نکل کر ماں کے قریب کھیلنا شروع کرتا ہے اور خطرہ محسوس کرتے ہی اس تھیلی کی جانب دوڑ پڑتا ہے۔ مادہ کینگرو، بچے کو اٹھانے کے باوجود اپنی مضبوط پچھلی ٹانگوں کی مدد سے بڑی بڑی قلانچیں بھر سکتی ہے۔

گلہری بچوں کے پیٹ کو دانتوں سے پکڑ کر اٹھاتی ہے۔ جب مادہ گلہری کو، کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ بچوں کو ایک ایک کر کے دوسری جگہ منتقل کرتی ہے۔ یہ کام پورا کرنے کے بعد گلہری دوبارہ اس جگہ آکر دیکھتی ہے کہ کوئی بچہ رہ تو نہیں گیا۔ دوسری جانب چوہے کے بچے کئی کئی گھنٹے اپنی ماں کے تھنوں سے چمٹے رہتے ہیں اور جب ماں کسی خطرے کی وجہ سے بھاگتی ہے تو اس کے بچے اس کے ہمراہ گھسٹتے چلے جاتے ہیں اور وہ دوسری جگہ منتقلی کے بعد واپس پہلے مقام پر جا کر یقین کر لیتی ہے کہ کوئی بچہ پیچھے نہیں رہ گیا۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ﴾ (الزمر: ٦٢)

”اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے۔“

جاندار اپنے بچوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں؟

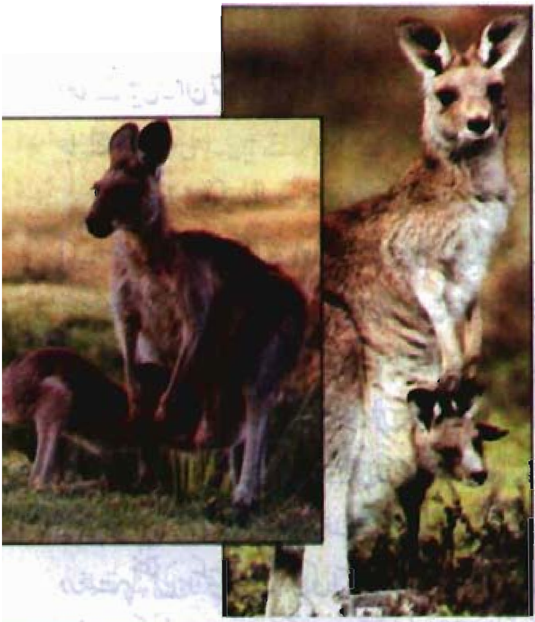

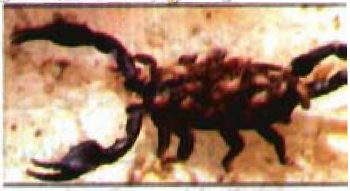

اکثر جاندار اپنے بچوں کو خطروں سے بچانے کے لئے اٹھاتے ہیں لیکن ان کی مختلف قسموں کا طریقہ جدا جدا ہے۔ مثلاً شیرنی اپنے بچے کو بغیر کوئی تکلیف دیئے اپنے منہ میں اٹھاتی ہے۔ کینگرو کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ کی تھیلی میں گھس جاتا ہے اور خطرے کے وقت سر کو اندر کر لیتا ہے۔ دوسری جانب مینڈک، ریچھ، سگ آبی اور بطخیں اپنے بچوں کو پشت پر اٹھاتی ہیں۔

کوالا نامی جانور اپنے بچے کو تقریباً ایک سال تک اپنی پشت پر اٹھاتا ہے۔ جبکہ بندر اپنے بچوں کو پیٹھ پر لاد کر ایک سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے رہتے ہیں (۱۰۶) دوسری جانب ریچھنی کی پشت اس کے بچے کے لئے ایک محفوظ مقام تصور کیا جاتا ہے۔

چمگادڑیں پھل یا حشرات پر مشتمل خوراک کی تلاش میں ساری رات اڑتی رہتی ہیں۔ اس پرواز میں ان کے بچے ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ بچہ چمگادڑ اپنے پنجوں سے ماں کے بالوں اور دانتوں سے تھن کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ چمگادڑ کے تین یا چار بچے ہوتے ہیں مگر ان سب کی موجودگی میں بھی مادہ چمگادڑ پرواز کے دوران ان کو آسانی سے اٹھاتی ہے۔ پرندوں کی دیگر کئی اقسام بھی اپنے بچوں کو اٹھا کر پرواز کرتی ہیں۔

Scolopaxrusticola کے گھونسلے کو کوئی خطرہ درپیش ہو تو وہ اپنے بچوں کو پنجوں میں اٹھا کر اڑ سکتا ہے۔ جبکہ مرغابی، دلدلی چیل اور سیاہ سر والا پرندہ اپنے بچوں کو چونچ میں پکڑ کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاتے ہیں۔ سرخ دم والا باز اپنے بچے کو پنجوں سے اسی طرح پکڑ کر اٹھاتا ہے جس طرح شکار کو اٹھاتا ہے۔ غوطہ خور پرندے اپنے بچوں کو پشت پر اٹھاتے ہیں اور خطرے کی حالت میں غوطہ لگا دیتے ہیں اور بچوں کو ہمراہ لے کر تیرتے رہتے ہیں۔

مینڈک اپنے انڈوں اور بچوں کو پشت پر اٹھاتے ہیں۔ برّی اور استوائی مینڈک بچوں کو پشت پر اٹھا کر بھی پھدکتے ہوئے مناسب مقام پر منتقل ہو سکتے ہیں۔

اس بارے میں عجیب ترین مثال مچھلیوں کی بعض اقسام ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے وقت اپنے بچوں کو منہ میں اٹھاتی ہیں۔ مثلاً کانٹے دار نر مچھلی، اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے آبی پودوں کے بیچ بنے گھونسلے کے گرد گھومتی رہتی ہے اور جونہی کوئی بچہ وہاں سے نکل کر دور جانے لگتا ہے تو اسے فوراً اپنے منہ میں رکھ کر واپس گھونسلے میں لے آتی ہے۔

کاریگر چیونٹیاں ہر صبح اپنے انڈوں اور لارووں کو منہ میں اٹھا کر، بل کے اوپر کے حصے میں سورج کی روشنی کے رخ پر ایک خانے سے دوسرے خانے میں منتقل کرتی رہتی ہیں اور شام کو انہیں واپس بل کے نچلے خانوں میں منتقل کرتی ہیں۔ ان خانوں کو ٹھنڈی ہوا سے محفوظ رکھنے کے لئے رات کو ان کے دھانے بند کر دیتی ہیں اور صبح لارووں کو بل کے اوپر لے جانے کے لئے دوبارہ کھولتی ہیں۔

اگر بل پر دشمن حملہ آور ہو جائے تو، لاروؤں کو بچانے کے لئے چیونٹیاں اپنی پوری پوری کوشش کر ڈالتی ہیں۔ چیونٹیوں کی بعض قسمیں خود دشمن کے علاقے میں اس پر حملہ آور ہو جاتی ہیں اور بعض بل کے اندر گھس کر لاروؤں کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے حالات معمول پر آجانے یا دشمن کے بل سے نکل جانے تک ان کو دور کسی مقام پر چھپا دیتی ہے۔(۱۰۷)

ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جاندار خواہ وہ سانپ ہو، حشرات ہوں، مینڈک ہوں یا پرندے، سب کے سب کسی نہ کسی شکل میں، بچوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے برتاؤ میں بچوں کی خاطر مشقتیں برداشت کرنے کا مادہ پایا جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس رویے کے سرچشمے کی تشریح کس طرح کی جاسکتی ہے؟

گزشتہ مثالوں سے یہ بھی واضح ہو چکا کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے تک بچوں کی پرورش کی ذمہ داری بڑے جانداروں پر ہوتی ہے اور اس مدت میں وہ کسی کمی بیشی کے بغیر ان کی ساری ضروریات پوری کرتے ہیں۔ فطرت میں ان مثالوں کے علاوہ بھی ہم کئی مثالیں دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں ہمارے سامنے یہ حقیقت دوبارہ آشکارا ہو جاتی ہے کہ تمام جاندار اللہ کی رحمت سے جی رہے ہیں۔ وہ ان کو یہ طور طریقے اور رہن سہن کے اسلوب سکھاتا ہے اور اس الہام کو قبول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ہر جاندار اللہ کے ارادے کا تابع فرمان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ﴾ (الروم:۲۶)

”اور اس کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں، سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔“

* * *

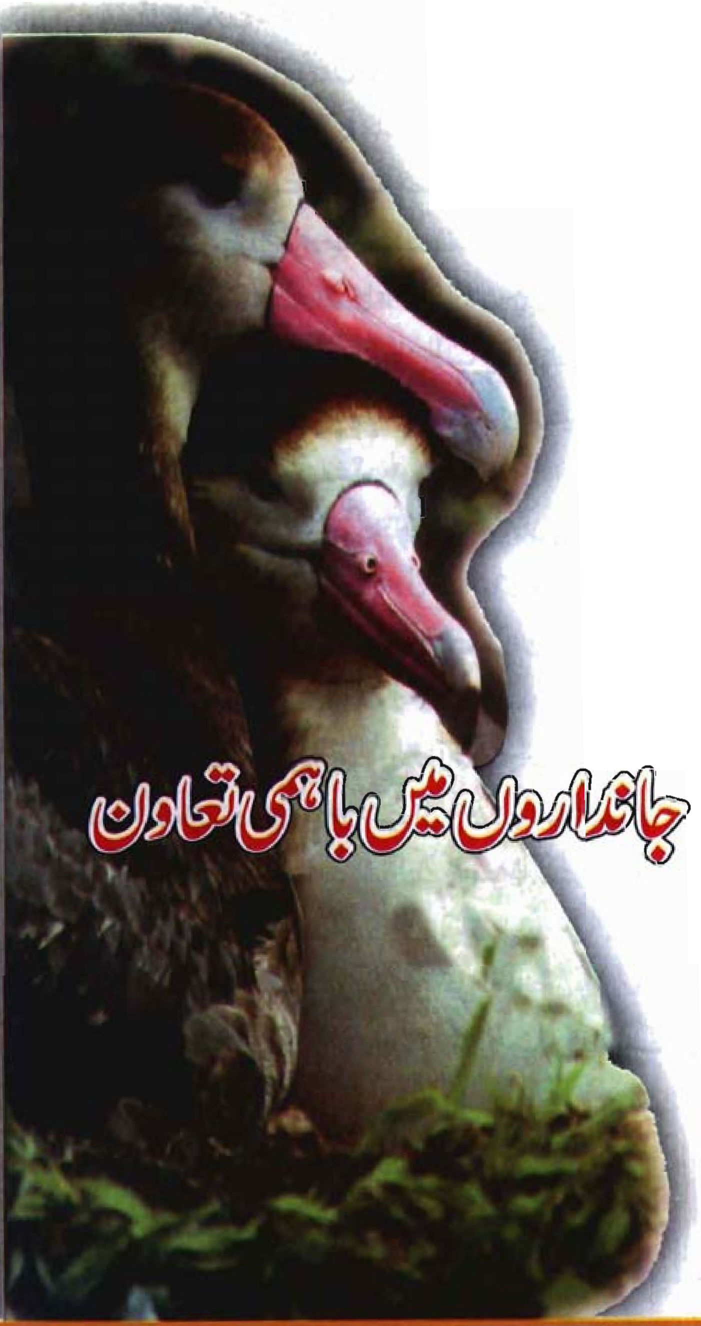

جانداروں میں باہمی تعاون

120

جانداروں کا جذبہ قربانی

سابقہ مثالوں میں ہم نے جانداروں کی جانب سے اپنے بچوں کے ساتھ شفقت، ان کے لئے قربانی اور جاں نثاری کا جائزہ لیا لیکن اس کے علاوہ جانداروں کے ایک دوسرے سے تعاون اور باہمی امداد کے مناظر کو بھی فطرت میں بہت زیادہ دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اکٹھے، غولوں اور ریوڑوں کی شکل میں رہنے والے جانداروں کو اکیلے رہنے والوں کے مقابلے میں زندگی کے زیادہ مواقع دستیاب ہوتے ہیں۔ جانداروں کی ریوڑوں کی شکل میں ایک ساتھ رہائش، ارتقا کے حامیوں کے نظریہ کو غلط ثابت کر رہی ہے جو فطرت کو جانداروں کی بقا کا میدان جنگ قرار دیتے ہیں۔ اکثر اوقات جاندار ایک دوسرے سے مقابلے کی بجائے ایک دوسرے سے مفید تعاون کرتے ہیں جس میں اپنی ذات کو نظر انداز کرتے ہوئے منفعت کا تبادلہ ہوتا ہے۔

نظریہ ارتقا کے حامی یہ سب حقائق اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ان کی تفسیر اپنے نظریات کے مطابق کرتے ہیں۔ مثلاً مشہور ارتقائی پیٹر کروپتوکین (Peter Kroptokin) نے سائبیریا کے مشرقی علاقے اور مانچوریا کا سفر کر کے جانداروں کے درمیان تعاون کا مشاہدہ کر کے ان مشاہدات کو ایک کتاب میں جمع کیا۔ یہ محقق جانداروں میں تعاون کے بارے میں لکھتا ہے:

جب ہم نے ''زندگی کے لئے بقا'' کے موضوع پر تحقیق شروع کی تو اچانک جانداروں میں تعاون اور امداد باہمی کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے آ گئیں اور یہ کھلی حقیقت ہمارے سامنے آ گئی کہ یہ تعاون صرف نسل کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے نہیں بلکہ افراد کی حفاظت اور ان کو غذا کی فراہمی کے لئے بھی ہے۔

اس حقیقت کو ارتقا پر ایمان لانے والے لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ منفعت کا تبادلہ اور آپس میں تعاون جانداروں میں ایک عام قاعدہ ہے اور یہ جانداروں کی ادنیٰ ترین قسم میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ (۱۰۸)

ان زندہ مثالوں کے سامنے کروپتوکین جیسے ارتقائی کو بھی اپنے نظریئے کے خلاف رائے دینا پڑی۔ آئندہ صفحات میں ہم بتائیں گے کہ جانداروں کی مختلف انواع کے

درمیان تعاون اور باہمی امداد، ان کو خوراک اور امن فراہم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ فطرت کا یہ توازن اور ترتیب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی واضح دلیل ہے۔ فطرت کی ان زندہ مثالوں کو دیکھنے والا ہر شخص غیر عاقل اور جذبات سے عاری حیوانات کے حساس، احساسات پر مشتمل رویوں کے سامنے انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

جن لوگوں نے فطرت کی ان زندہ مثالوں پر غور وفکر کیا ہے، ان میں ایک نام طبیعیاتی طب کے ماہر اور مشہور محقق کینتھ واکر (Kenneth Walker) کا بھی ہے جنھوں نے مشرقی افریقہ میں اپنے ایک شکار سفر کا حال یوں لکھا ہے:

جانوروں میں باہمی تعاون کی ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ یہ واقعات کئی سال قبل مشرقی افریقہ میں شکار کے ایک سفر کے دوران میں نے ''آہٹی'' کے میدانوں میں پیش آئے۔ زیبروں اور ہرنوں کے درمیان تعاون کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ یہ جانور دشمن کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے ایک جانور کو مقرر کر دیتے ہیں۔ میں زیبروں کے شکار کے لئے تو نہیں نکلا تھا مگر میں ایک بھی ہرن شکار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ میں جب بھی ہرنوں کے گلے کے قریب پہنچتا زیبرا ان کو خبردار کر دیتا اور وہ میرے ہاتھوں سے نکل جاتے۔

میں نے ہاتھیوں اور زرافوں میں بھی زبردست تعاون کا مشاہدہ کیا کیونکہ ہاتھی اپنے بڑے کانوں کی وجہ سے سننے کی قوی حس کا مالک ہے جبکہ زرافہ کی نظر بڑی تیز ہے اور دور سے دیدبانی کا کام کرتا ہے۔ جب یہ دونوں قوتیں یکجا ہو جاتی ہیں تو ان کے سننے اور دیکھنے کی حس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اور ان کے ریوڑوں کے قریب پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

تعاون کی اس سے بھی عجیب مثال گینڈے اور اس کی پشت پر اس کے جسم میں موجود طفیلیوں کو چننے کے لئے بیٹھنے والے پرندوں کے درمیان تعاون ہے۔ جب بھی پرندوں کو میری قربت محسوس ہوتی وہ ایک خاص آواز نکال کر گینڈے کو خبردار کر دیتے اور جب گینڈا بھاگنا شروع کرتا تو یہ پرندے اس کی پشت پر اس طرح بیٹھے رہتے جیسے وہ ریل کے کسی ڈبے میں بیٹھے اس کے ساتھ حرکت کر رہے ہوں۔ (۱۰۹)

زیبروں اور ہرنوں کے گلے ایک ساتھ رہتے ہیں اور بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مشترک دشمن کو پہچانتے ہیں۔ جب کوئی درندہ ہرنوں کے گلے کے قریب آتا ہے تو زیبرا اسے محسوس کرتے ہی ہرنوں کو اس سے خبردار کر دیتا ہے۔

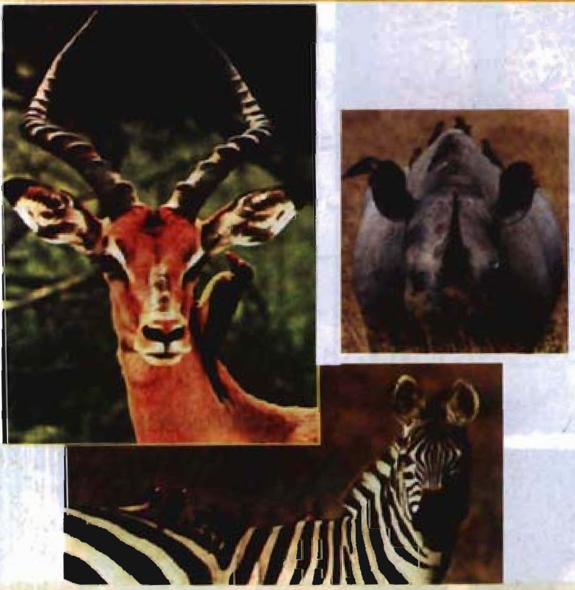

کچھ پرندے بعض جانوروں کی پشت پر رہتے ہیں اور یہ ان کے لئے ''خطرے کی گھنٹی'' سمجھے جاتے ہیں۔ جونہی کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے، یہ پرندے اس جانور کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ فطرت میں ڈاروینیوں کے دعوے کے مطابق متحارب مخلوق نہیں پائی جاتی بلکہ اکثر جانور، اللہ کے الہام کے سبب، ہمدردی، شفقت اور محبت کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں۔

کینیتھ واکر (Kenneth Welker) کے مشاہدات، جانوروں کے باہمی تعاون کی چند مثالیں ہیں۔ انسان اپنے قریب رہنے والے جانوروں میں تعاون کی اور مثالیں بھی تلاش کرسکتا ہے مگر اس سے بھی اہم بات ان پر غور وفکر کرنا ہے۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ جاندار اتفاق سے وجود پذیر ہوئے ہیں تو اس رویہ کی کیا تشریح ہوسکتی ہے؟ بالفاظ دیگر کیا جانداروں سے اس قدر عاقلانہ رویے کی امید کی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا کیونکہ اتفاق سے پیدا ہونے والی کوئی غیر عاقل مخلوق ایسے عاقلانہ برتاؤ کا مظاہرہ نہیں کرسکتی ہے اور نہ دوسروں کی حفاظت کے بارے میں سوچ سکتی ہے۔ جانداروں کے ان رویوں کی واحد تفسیر، اللہ کا الہام ہے۔ آئندہ مثالوں سے بالکل واضح ہوجائے گا کہ جاندار کسی مدبر اور ملہم کے حکم کے پابند ہیں......

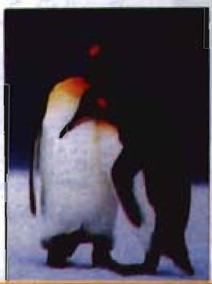

جانوروں کی جانب سے ایک دوسرے کو خطرے سے آگاہی:

اکٹھے رہنے کا سب سے بڑا فائدہ خطرے سے آگاہی اور دفاع کے ذرائع کی زیادہ فعال حالت میں دستیابی ہے کیونکہ ایک ساتھ رہنے والے جانداروں کو جب کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ بھاگنے کی بجائے ایک دوسرے کو اس سے آگاہ کرتے ہیں۔ جانداروں کی ہر قسم کی آگاہی کا ایک منفرد انداز ہے۔ مثلاً ہرن اور پہاڑی بکرے خطرے کو محسوس کرتے ہی اپنی دم کھڑی کر لیتے ہیں جس سے دوسرے افراد کو خطرے سے آگاہی ہوتی ہے جبکہ ہرن رقص کے انداز میں اچھلنے لگتا ہے۔ (۱۱۰)

چھوٹے پرندے خطرے کے وقت قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ "Golden Oriole" نامی پرندہ اونچی اور کٹی کٹی آوازیں نکالتا ہے جو انسان کے کانوں کو سیٹی کی طرح محسوس ہوتی ہیں مگر اس آواز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا منبع معلوم نہیں ہو سکتا۔ (۱۱۱) یہ بات اس پرندے کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اصل خطرہ اس پرندے کی جگہ کے معلوم ہونے میں ہے جو دوسروں کو آگاہ کرتا ہے۔ آواز کی اس خصوصیت کے سبب اس خطرے میں کمی آجاتی ہے۔

بڑے گروہوں کی شکل میں ایک ساتھ رہنے والے حشرات میں آگاہی کی ذمہ داری خطرے کو سب سے پہلے محسوس کرنے والے حشرے کی ہوتی ہے۔ یہ حشرہ دوسروں کو آگاہ کرنے کے لئے ایک خاص بو، خارج کرتا ہے جس سے دشمن کی نظر اس کی جانب مبذول ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ ایک حشرہ ساری آبادی کو بچانے کے لئے اپنی جان کی قربانی دے دیتا ہے۔ (۱۱۲)

وحشی کتے بھی بڑی تعداد میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے ایک گروہ میں 30 کتوں کی گنجائش ہوتی ہے یہ مقام ایک چھوٹے سے شہر کی مانند ہوتا ہے اور اس میں رہنے والے باشندے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اس شہر کے دروازوں پر ہمیشہ باری باری پہرہ دیا جاتا ہے۔ پہریدار کتا اپنی پچھلی ٹانگوں کے بل کھڑا ہو کر ماحول کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور خطرہ محسوس کرتے ہی مسلسل بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کی آواز سن کر دوسرے پہریدار کتے بھی بھونکنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح ساری آبادی ہوشیار ہو کر مقابلے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ (۱۱۴)

یہاں ایک اور اہم نکتے کی جانب اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جانداروں کی جانب سے خطرے سے آگاہی سے ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جانور ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں: مثلاً اوپر کی مثالوں میں خرگوش کے دم اٹھانے کو دوسرے خرگوش سمجھتے ہیں اور اس بنیاد پر ہوشیار ہو جاتے ہیں اور حالات کے مطابق خطرے سے دور بھاگ جاتے ہیں یا چھپ جاتے ہیں۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر جانور ان اشاروں کو سمجھتے ہیں تو ان کو بھاگ کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جانور آپس میں بات چیت کر کے ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں۔ مگر کوئی بھی صاحب شعور انسان جانوروں کی جانب سے کسی بات پر اتفاق کو فرض نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس بات کو قطعی طور پر قبول کرنا پڑتا ہے کہ سارے جانداروں کو ایک خالق نے پیدا کیا ہے اور وہ سب اس کے ارادے اور رہنمائی کے مطابق حرکت کرتے ہیں۔

گینڈے اور اس کی پشت پر بیٹھنے والے پرندے کی سیٹی والی مثال ہمارے لئے انتہائی حیران کن ہے، کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی جانور دوسرے جانور کو خطرے سے آگاہ کرنے کا سوچے اور وہ دوسرا جانور بڑی عقلمندی کے ساتھ اس کے اشارے کو پورا پورا سمجھ لے۔ یہاں غیر عاقل جانداروں کے اس رویہ سے ہمارے سامنے یہ عاقلانہ دلیل آجاتی ہے کہ ان کو یہ صلاحیتیں اور طور طریقے ان کی بجائے، ان کے خالق کی جانب سے ملے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کی رحمت ان سب چیزوں کو ڈھانپ رہی ہے۔

وحشی کتے، خطرات کو محسوس کرنے میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ جونہی ان کو کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ بھونک کر دوسرے کتوں کو آگاہ کر دیتے ہیں۔

ہرن، ریوڑ کو دوسرے جانوروں کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے اچھلنے کودنے لگتے ہیں۔

خطرات کا ایک ساتھ مقابلہ:

ایک ساتھ رہنے والے جانور ایک دوسرے کو خطرے سے آگاہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ایک ساتھ اس کا مقابلہ بھی کرتے ہیں۔ مثلاً چھوٹے پرندوں کے گھونسلے میں جب باز یا الو داخل ہونے کی جرأت کرتا ہے تو وہ سب اسے گھیر کر علاقے میں موجود دوسرے پرندوں سے بھی مدد طلب کر لیتے ہیں۔ یہ اجتماعی حملہ، ان حملہ آور پرندوں کو بھگانے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (۱۱۴)

پرندوں کی ڈار ان کے دفاع کا سب سے اچھا ذریعہ ہوتا ہے۔ مثلاً جنگلی مینا اڑتے ہوئے ایک دوسرے کے درمیان طویل فاصلہ رکھتے ہیں لیکن جونہی کسی حملہ آور پرندے یا باز کو اپنی جانب آتے دیکھتے ہیں تو درمیان کا فاصلہ گھٹا کر اس قدر قریب آجاتے ہیں کہ باز کے لئے ڈار میں نقب لگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے تو اسے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں وہ زخمی ہو کر شکار کرنے سے عاجز آجاتا ہے۔ (۱۱۵)

ایک ساتھ رہنے والے ممالیہ جانور بھی اس قسم کا رویہ اپناتے ہیں، مثلاً زیبرے درندوں سے بھاگتے وقت اپنے بچوں کو ریوڑ کے بیچ میں رکھتے ہیں۔

برطانوی سائنسدان جین گوڈال (Jane Goodall) نے مشرقی افریقہ میں اس حالت کا خوب مطالعہ کیا اور اپنے مشاہدات میں لکھا کہ کس طرح تین زیبرے اپنے ریوڑ سے پیچھے رہ گئے اور درندوں کے نرغے میں آ گئے مگر کچھ ہی دیر میں ریوڑ نے واپس آکر اپنے کھروں اور دانتوں سے درندوں پر حملہ کر دیا اور آپس کے اتفاق سے، ریوڑ دشمن کو ڈرا کر اس جگہ سے بھگانے میں کامیاب ہو گیا۔ (۱۱۶)

زیبروں کے ریوڑ کو جب کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو ریوڑ کا سربراہ بھاگتے ہوئے بچوں اور مادہ جانوروں سے پیچھے رہتا ہے اور زگ زیگ (Zigzag) انداز میں دشمن کو لاتیں مارتے ہوئے بھاگتا ہے اور بعض اوقات اس سے مقابلے کے لئے واپس بھی آجاتا ہے۔ (۱۱۷)

ڈولفن مچھلی بھی گروہوں کی صورت میں رہتی ہے اور پورا گروہ ایک ساتھ تیرتا ہے اور اپنے پکے دشمن شارک مچھلی کا اکٹھے ہو کر مقابلہ کرتی ہیں۔ جب شارک مچھلی قریب آجاتی ہے تو چھوٹی ڈولفن مچھلیوں کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دو مچھلیاں اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لئے اپنے گروہ سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اس وقت باقی گروہ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شارک پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور اس درندے دشمن پر یکے بعد دیگرے کئی وار کرتا ہے۔ (۱۱۸)

ڈولفن ایک اور عجیب وغریب رویہ اپناتے ہوئے ''ٹونہ'' مچھلی کے مدمقابل تیرتی ہیں کیونکہ ٹونہ، ڈولفن کی خوراک کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس لئے ٹونہ کے شکاری، ڈولفن کو ایک رہنما کے طور پر استعمال کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے اکثر اوقات خود ڈولفن جال میں پھنس جاتی ہیں اور پانی کے اندر سانس لینے کے سبب بے چین ہوکر پانی کی تہہ کی جانب گرتی چلی جاتی ہے۔ اس دوران باقی ڈولفن اس کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں جس سے ان کے درمیانی خاندانی تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کے بعد گروہ کی دیگر سبھی مچھلیاں پانی کی تہہ میں اتر کر جال کو اوپر دھکیلنے کی کوشش کرتی ہیں مگر اکثر اوقات یہ کوشش ناکام ہوکر ان میں سے بہت سی مچھلیوں کی موت پر منتج ہوتی ہے کیونکہ ڈولفن پانی کے اندر سانس نہیں لے سکتی۔ یہ رویہ ڈولفن کی سب انواع میں پایا جاتا ہے۔ (۱۱۹)

خاکستری مچھلی، کی کوئی مادہ زخمی ہوجائے تو ایک یا دو نر مچھلیاں اسے حملہ آور مچھلی سے بچانے اور سانس لینے میں آسانی پیدا کرنے کے لئے سطح آب کی جانب دھکیلتی ہیں۔ (۱۲۰)

مشکی بیل دشمن کے مقابلے کے لئے الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک دائرہ بنا لیتے ہیں۔ اس کا مقصد بچوں کی حفاظت ہوتا ہے کیونکہ چھوٹے بچے دائروں کے اندر ماؤں کے پیٹ کے لمبے بالوں سے چمٹے رہتے ہیں۔ اس گول دائرے کی وجہ سے بڑے بیل، بچوں کی زندگی کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اس دائرہ میں سے کوئی بیل اگر دشمن پر حملہ کرتا ہے تو بھی دفاعی نظام کی حفاظت کے لئے فوراً دائرے میں اپنی جگہ واپس آجاتا ہے۔ (۱۲۱)

جاندار اپنے دفاع کی طرح شکار کے دوران بھی ایسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً پیلیکان اجتماعی طور پر مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ یہ پرندے پانی کے کنارے ایک نیم دائرہ بناتے ہیں اور رفتہ رفتہ اسے تنگ کرتے چلے جاتے ہیں اور آخر کار اس دائرے کے اندر پھنسنے والی مچھلیوں کو شکار کر لیتے ہیں۔ تنگ ندیوں اور چھوٹی نہروں میں، پیلیکان دوگروہوں میں بٹ جاتے ہیں اور شام کے سائے پھیلتے ہی ایک جگہ آرام کے لئے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ ان میں آرام گاہ یا کسی بھی مقام پر آپس میں دست وگریباں نہیں دیکھا

جا سکتا۔ (۱۲۲)

جانوروں کے اس باہمی تعاون، مدد اور قربانی کے طور طریقوں سے انسانی ذہن میں کئی سوال پیدا ہونے چاہئیں کیونکہ جن نمونوں اور رویوں کی بات ہو رہی ہے وہ غیر عاقل جانوروں، زیبروں، پرندوں، حشرات اور ڈولفن میں پائے جاتے ہیں، جبکہ کوئی بھی عقلمند انسان یہ فرض نہیں کر سکتا کہ ہمیشہ یہ جانور آپس میں تعاون، سوچ سمجھ کر اپنے ارادے سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان امور کو دیکھ کر ایک عقلمند انسان جس نتیجے پر پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ فطرت اور اس میں موجود تمام اشیاء کو ایک ایسے خالق نے پیدا فرمایا ہے جس کی قدرت بے کراں ہے۔ یہ وہی خالق ہے جس نے انسانوں، جانوروں، حشرات، نباتات اور سب

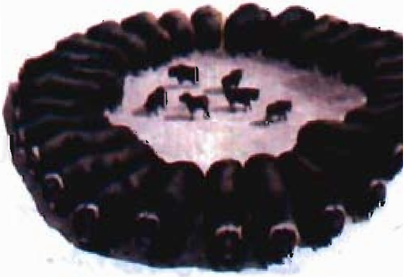

مشکی بیل ایک مکمل دائرے کے اندر اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے آپس میں خوب جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ان بیلوں کا وزن 350 سے 400 کلوگرام تک ہوتا ہے۔ یہ بیل بچوں کی حفاظت اور ان کے گرد ایک مضبوط دائرہ بنانے کے لئے الٹے پاؤں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہیں۔

جانداروں کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ اللہ ہی چیزوں کا خالق اور ان کا مصور ہے۔ وہ قدرت، رحمت، شفقت اور حکمت والا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (الجاثیہ: ۳۶۔۳۷)

سو، اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب سارے جہان کا اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔"

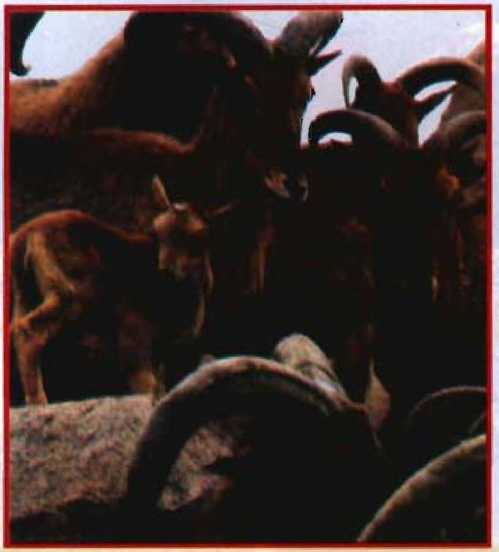

کسی ریوڑ میں رہنا بچوں کی سلامتی کا ایک اہم عنصر سمجھا جاتا ہے کیونکہ بڑے جانور ہر قیمت پر ان کا دفاع کرتے ہیں۔

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴾

"رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے زبردست، گناہ بخشنے والا"

افریقی پرندوں کے درمیان تعاون:

افریقہ کے پرندے نہایت اچھے انداز میں، ڈاروں کی شکل میں ترتیب سے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ان کی بنیادی خوراک ان شاخوں

کے پھل ہوتے ہیں جن پر ان کا بسیرا ہوتا ہے، بادی النظر میں شاخوں کی چوٹیوں پر پائے جانے والے پھلوں کو خوراک بنانا، دو وجوہات کی بنا پر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ تمام پرندے چوٹی پر موجود ہر پھل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ صرف قریب ترین پرندہ ہی اس تک پہنچ سکتا ہے اور دوسری اس وجہ سے کہ درخت کی شاخ پر جگہ تنگ ہونے کے سبب بہت زیادہ بھوک لگ سکتی ہے مگر حقیقت واقعہ اس کے برعکس ہے۔

تصویر میں نظر آرہا ہے کہ افریقی پرندے پھلدار شاخ پر ترتیب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور پھل یکے بعد دیگرے ہر پرندے کے منہ تک پہنچتا ہے تاکہ سب کو غذا مل سکے۔

یہ پرندے درختوں کی شاخوں پر اس طرح حرکت کرتے ہیں جیسے ان میں پہلے سے اس بارے میں اتفاق رائے ہو۔ سارے پرندے ترتیب کے ساتھ شاخ پر بیٹھ جاتے ہیں اور پھل کے قریب ترین پہلا پرندہ پھل لے کر اس میں سے اپنا حصہ لے کر باقی اگلے پرندے کو دے دیتا ہے۔ وہ اپنا حصہ لے کر آگے بڑھا دیتا ہے۔ اس طرح شاخ کے آخری سرے پر بیٹھے پرندے تک اس کی خوراک کا حصہ پہنچ جاتا ہے اور سب کو یکساں خوراک مل جاتی ہے۔ یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ جاندار اس سوچ اور روح کے ساتھ کام کرنے کے قابل کس طرح ہوا ہے اور پھل سے قریب ترین پرندہ دوسروں کو اس میں شریک کرنے کی بجائے اکیلے اسے ہڑپ کرنے کا کیوں نہیں سوچتا؟ جانداروں میں کوئی دوسری مثال نہ ہونے کے باوجود خوراک کے انتظام اور فراہمی کا یہ نظام ان پرندوں میں کہاں سے آیا؟ یاد رہے کہ ایک شاخ پر بیٹھے ان پرندوں میں سے کوئی بھی ایسا رویہ نہیں اپناتا جس سے نظام

میں خلل آئے۔ حالانکہ ایک شاخ پر موجود پھل سب کی غذا کے لئے کافی نہیں ہوتے چنانچہ یہاں سے اڑ کر پرندے دوسری پھلدار شاخ پر بیٹھ جاتے ہیں مگر اس بار زیادہ بھوکے اور پچھلی شاخ پر پھل سے دور پرندے، پھل کے قریب بیٹھتے ہیں اور سابقہ ترتیب کے ساتھ نہایت انصاف اور باریک بینی سے خوراک کی فراہمی کا عمل دوبارہ شروع کر دیتے ہیں۔ (۱۲۳)

زچگی کے دوران تعاون کرنے والے جانور:

عام طور پر تمام اور خصوصاً ممالیہ جانور زچگی کے دوران زیادہ خطرے سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت زچہ و بچہ درندوں کے لئے تر لقمہ ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس دوران ریوڑ کا کوئی جانور، ان کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے۔ مثلاً چکارا اونچی گھاس میں بچہ جنتی ہے مگر اس دوران وہ اکیلی نہیں ہوتی بلکہ ایک اور مادہ بھی ضرورت کے وقت مدد کی فراہمی کے لئے اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔

جانوروں میں بوقت ولادت تعاون کی ایک اور مثال ڈولفن مچھلی ہے جس کے بچے کو ولادت کے فوراً بعد سطح آب پر سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی ماں اپنی تھوتھنی سے اسے اوپر دھکیلتی ہے۔ ولادت سے پہلے مادہ ڈولفن سست ہوتی ہے اس لئے اس کے گروہ کی دو اور مادہ ڈولفن زچگی کے دوران تعاون کے لئے اس کے ہمراہ ہوتی ہیں اور کسی بھی خطرے کے وقت اس کی مدد کرتی ہیں کیونکہ سست ہونے کے سبب اسے شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

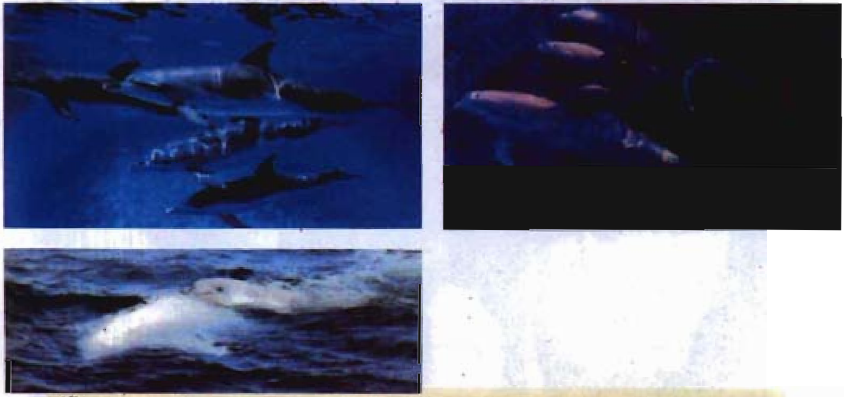

ڈولفن مچھلیاں بڑے گروہوں کی شکل میں رہتی ہیں۔ اس گروہ کے افراد ایک دوسرے کا دفاع کرتے ہیں اور زچگی کے دوران دوسری مادہ ڈولفن، حاملہ ڈولفن سے تعاون کرتی ہیں۔

بچہ، پیدائش کے بعد دو ہفتے تک ماں سے چپکا رہتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تیرنا شروع کر دیتا ہے اور ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس دوران ماں بہت لاغر ہو جاتی ہے اور وہ بچے کی حرکات کے ساتھ مطابقت پیدا نہیں کر سکتی چنانچہ دوسری مچھلیاں بچے کی حفاظت اور ماں سے تعاون کے لئے مداخلت کرتی ہیں۔ (۱۲۴)

ہاتھیوں کے ہاں بھی پیدائش کی یہی ترتیب ہے کہ زچگی کے دوران ایک ہتھنی، بیمار ہتھنی کے ہمراہ رہتی ہے اور دونوں بڑی مہارت کے ساتھ اونچی گھاس میں چھپ جاتی ہیں اور زچگی کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ساری زندگی اس کی حفاظت کرتی رہتی ہیں۔ ہتھنی جب بچے کے قریب ہوتی ہے تو اس کی حساسیت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ (۱۲۵)

یہاں بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں، مثلاً ہاتھی یا دوسرے جانور ایک دوسرے کی بات کس طرح سمجھتے ہیں یا زچگی کے دوران مدد کرنے والی ہتھنی کو دوسری ہتھنی کی زچگی کے وقت کا اندازہ کس طرح ہوتا ہے؟

ان جانوروں کے پاس زندگی کے ان معاملات کی تحدید کے لئے کوئی سوچ وفکر یا ارادہ نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں دنیا کے کسی بھی کونے میں ہاتھی مذکورہ بالا رویہ اپناتے ہیں اور ڈولفن اور دیگر جانوروں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان سب کو ایک خالق نے پیدا کیا ہے اوران کی حرکات وسکنات اس کے حکم کی پابند ہیں۔

صرف ہتھنی اپنے بچے کا خیال نہیں رکھتی بلکہ بچے کی خالہ اور نانی بھی اس عمل میں شریک رہتی ہیں۔

دوسروں کے بچوں کو پالنے والے جانور:

ممالیہ جانور آپس میں مضبوط تعلقات بناتے ہیں۔ مثلاً بھیڑیئے، نر، مادہ اور بچوں پر مشتمل خاندانوں کی صورت میں یکجا رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ خاندان دو یا تین نسلوں پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ خاندان میں سارے بڑے بھیڑیئے بچوں کا خیال رکھتے ہیں اور بعض اوقات کوئی ایک مادہ بچوں کو پرورش کے لئے سارا دن بھٹ میں رہتی ہے جبکہ بچوں کی ماں دوسرے افراد کے ہمراہ شکار کے لئے جا چکی ہوتی ہے۔

افریقہ کے شکاری کتے دس دس کی ٹولیوں میں رہتے ہیں اور کتے اور کتیاں آپس میں بچوں کی حفاظت اور ان کو خوراک کی فراہمی کے کام تقسیم کر لیتی ہیں۔ بچوں کی حفاظت کے لئے پوری ٹولی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ جب کوئی شکار کر لیتے ہیں تو اس کو بجو سے بچانے کے لئے اس کے گرد ایک حلقہ بنا لیتے ہیں اور بچوں کو غذا حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ (۱۲۶)

بابون لنگور بھی گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں اور گروہ کا سربراہ، مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر کوئی لنگور مر جائے تو کوئی دوسرا جوڑا اس کے بچے کو گود لے لیتا ہے چنانچہ اس بچے کو دن کو ان کے ہمراہ چلنے پھرنے اور رات کو ان کے ہمراہ رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر اس گروہ کو کبھی جگہ تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو بچہ بہت آہستہ آہستہ ان کے ہمراہ چلتا ہے کیونکہ بہت چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ چلنے کے دوران اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اگر بچہ تھک جائے تو وہ ماں کی پشت پر سوار ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ماں اور بچہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اگر گروہ کے سربراہ کو اس کا علم ہو جائے تو وہ واپس ماں کے پاس آ جاتا ہے اور سفر کے دوران ان کے ہمراہ رہتا ہے۔ (۱۲۷)

گیدڑ، دودھ چھوڑ کر جوان ہونے تک اپنی ماں کے ہمراہ رہتے ہیں اور جب ماں کوئی دوسرا بچہ جنتی ہے تو اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، اس کے لئے خوراک کا بندوبست کرتے ہیں اور خطرات سے بچانے کے لئے دور لے جاتے ہیں۔ (۱۲۸) بہن بھائیوں کا خیال رکھنے میں گیدڑ کوئی منفرد جانور نہیں بلکہ مرغابی اور ابابیل کے بچے بھی ایسا کرتے ہیں۔

پرندوں کی دنیا میں تعاون کی ایک اور صورت ہوتی ہے۔ یہاں تعاون جوڑے کے درمیان ہوتا ہے اور یہ تعاون کثرت کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے۔ (۱۲۹)

جانوروں کی جانب سے اپنے بچوں کی پرورش، ارتقا کے ڈھکوسلوں کی بیخ کنی کی بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ جانوروں کے قربانی سے بھرپور رویے کو قربانی نہیں بلکہ اپنے جین کی حفاظت اور اگلی نسل تک ان کی منتقلی کے لئے خودغرضی کا نام دیتے ہیں۔

گزشتہ مثالوں سے واضح ہو چکا ہے کہ جانور صرف اپنے جین کے حامل، اپنے بچوں کی دیکھ بھال ہی نہیں کرتے بلکہ ایسے جانوروں کا بھی خیال رکھتے ہیں جو، ان کے جین کے قطعاً حامل نہیں ہوتے۔ اس طرح ارتقا کے حامیوں کا ''خودغرض جین'' کا نظریہ بالکل زمین بوس ہو جاتا ہے اور اس کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ غیر عاقل جانور اپنے جین آگے منتقل کرنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا۔ دوسری جانب اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کی جانوروں کو اپنے جین آگے منتقل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے تو اس کو بھی ماننا پڑے گا کہ ایسا بنانے والا بھی تو کوئی ہوگا۔ فطرت میں موجود کسی بھی جانور کے مزاج پر تحقیق صرف ایک خالق کے وجود کی جانب ہماری رہنمائی کرتی ہے اور بلاشبہ وہ خالق، اللہ تعالیٰ ہے۔

آبادیوں کی شکل میں رہنے والے جانداروں میں قربانی کا جذبہ:

شہید کی مکھیاں اور سفید چیونٹیاں بڑی ترتیب کے ساتھ اپنی آبادیوں میں رہتی ہیں اور ان کی ذمہ داریاں بھی بڑی دقت کے ساتھ آپس میں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ چھوٹی سی مخلوق اپنا سارا وقت

چھوٹے گیدڑ، جوان ہونے کے بعد بھی اپنی ماں کے ہمراہ رہتے ہیں اور ایک سال بعد اپنی ماں کے دوسرے بچوں کے لئے آیا کا کام کرتے ہیں تصویر میں ایک جوان گیدڑ اپنے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

انڈوں سے نکلنے کے بعد لاروؤں اور اپنی آبادی کی حفاظت اور بچوں کو غذا کی فراہمی کے لئے صرف کر دیتی ہے۔ یہ مخلوق غذا تقسیم کر کے کھاتی ہے اور اپنی رہائش گاہ کو صاف کرتی ہے اور بوقت ضرورت دوسروں کی خاطر جان کی بازی بھی لگا دیتی ہے۔ آبادی کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ اس کی ادائیگی کے لئے اپنی پوری پوری کوشش کر ڈالتا ہے۔ اس آبادی کا ہر فرد، آبادی اور کمزور لاروؤں کی دیکھ بھال کرتا ہے کیونکہ یہ دونوں امور ان کے لئے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کے اس سارے طور طریقوں میں ہمیں خود غرضی کی ادنیٰ سی دلیل بھی نظر نہیں آتی۔ یہی بات منظّم اور مرتب آبادی میں زندگی کی کامیابی کا سبب ہے۔

پیٹر کروپتوکین (Peter Kroptokin) باہمی تعاون سے بھرپور شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں کی آبادی میں کامیابی کے بارے میں بتاتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

> اگر شہد کی مکھیوں اور سفید چیونٹیوں کے خانے انسانوں کے مکانوں جتنے ہوتے تو یہ آبادیاں اپنی بناوٹ اور انتظام کے لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتیں کیونکہ ان کے درمیان پختہ رستے، بوقت ضرورت استعمال کے لئے ذخائر، بڑے بڑے ہال، غلے کے گودام اور زرعی اراضی سبھی کچھ موجود ہوتا۔ ان آبادیوں میں انڈوں اور لاروؤں کی حفاظت کے لئے بڑے حکیمانہ طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں سب سے آخر میں اس آبادی کے باشندوں کی شجاعت اور نہایت اعلیٰ ذہانت...... یہ سب کچھ، جدوجہد سے بھرپور، ساری زندگی جاری رہنے والے باہمی تعاون کا منطقی نتیجہ ہے۔ (۱۳۰)

اس باب میں ہم چیونٹیوں کی آبادی میں تعاون اور قربانی کے کچھ طور طریقوں کا تذکرہ کریں گے۔

چیونٹیوں کی آبادی میں قربانی کے مظاہر:

۱۔ خوراک میں اشتراک چیونٹیوں کی آبادی کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ جب دو چیونٹیاں آپس میں ملتی ہیں اور ان میں سے ایک بھوکی یا پیاسی ہو تو وہ دوسری سے خوراک مانگتی ہے۔ دوسری چیونٹی اس کی درخواست کو کبھی رد نہیں کرتی اور اگر اس

کے حلقوم میں کھانے پینے کی کوئی سالم چیز ہو تو وہ اسے دے دیتی ہے۔ ''مزدور'' چیونٹیاں لاروؤں کو اپنے حلقوم میں موجود خوراک کھلاتی ہیں۔ اکثر اوقات یہ چیونٹیاں خوراک کے معاملے میں دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہیں۔ (۱۳۱)

۲۔ ایک آبادی میں کام منقسم ہوتے ہیں اور ہر چیونٹی اپنا فرض نہایت جانفشانی سے ادا کرتی ہے۔ ایک چیونٹی آبادی کے دہانے پر چوکیدار کا کردار ادا کرتی ہے اور یہ صرف اس آبادی کے باشندوں کو اندر آنے کی اجازت دیتی ہے۔ اس چیونٹی کا سر آبادی کے رستے کے دہانے کے برابر ہوتا ہے اور وہ اپنے سر سے اس کو بند کرتی ہے۔ پہریدار چیونٹیاں سارا دن دہانے پر اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے چوکس رہتی ہیں۔ (۱۳۲) اس لئے ان کو باہر سے آنے والے خطرے کا سب سے پہلے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ چیونٹیاں صرف اپنے معدے میں موجود خوراک ہی دوسری چیونٹیوں کو نہیں کھلاتیں بلکہ جہاں کہیں ان کو خوراک کا پتہ چلتا ہے دوسری چیونٹیوں کی وہاں تک رہنمائی بھی کرتی ہیں۔ اس رویہ میں کسی بھی جگہ خود غرضی کا کوئی وجود نہیں۔ خوراک حاصل کرنے والی پہلی چیونٹی اپنا پیٹ بھرنے کے بعد واپس آبادی کی جانب آ جاتی ہے اور رستے میں اپنے پیٹ کو زمین سے رگڑ کر ایک کیمیائی مادہ خارج کرتی رہتی ہے۔ پھر آبادی کے گرد کئی چکر لگاتی ہے اور اس کے یہ چکر آبادی کے دیگر افراد کو خوراک کی خبر دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد خوراک کا پتہ چلانے والی پہلی چیونٹی کے پیچھے چیونٹیوں کی ایک طویل قطار ہوتی ہے۔

۴۔ چیونٹیوں کی ایک اور قسم ''برگ تراش'' کہلاتی ہے۔ اس قسم کی درمیانی طول کی حامل ''مزدور'' چیونٹیاں سارا دن پتوں کے ٹکڑے آبادی کی جانب ڈھوتی رہتی ہیں۔ اس کام کے دوران وہ دشمن اور خصوصاً ایک خاص قسم کی مکھیوں سے اپنے دفاع سے بالکل قاصر ہوتی ہیں جو اپنا انڈہ ان چیونٹیوں کے سر پر رکھ دیتی ہیں اور اس کا لاروا، ان چیونٹیوں کو بطور خوراک استعمال کرتا ہے جس سے ان کی موت

واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس دوران اس آبادی کی ایک قصیر القامت چیونٹی ان پتوں کے اوپر کسی بھی خطرے سے دفاع کرنے کے لئے تیار بیٹھی رہتی ہے۔ (۱۴۳)

۵۔ چیونٹیوں کی ایک اور قسم ''شہد کی چیونٹی'' ہے اس تسمیہ کا سبب یہ ہے کہ یہ چیونٹیاں ایسے حشرات کے فضلے پر پلتی ہیں جو پتوں کا رس چوستے ہیں۔ یہ فضلہ شکر سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ چیونٹیاں اس فضلے کو چوس کر اپنی آبادی میں پہنچاتی ہیں اور بڑے عجیب طریقے سے اسے ذخیرہ کرتی ہیں۔ بعض مزدور چیونٹیاں اپنے پیٹ کو اس مواد کے لئے گودام کے طور پر استعمال کرتی ہیں چنانچہ دوسری چیونٹیاں یہ مواد لا لاکر ان کے منہ میں ڈالتی رہتی ہیں۔ اس طرح ان چیونٹیوں کے پیٹ کا نچلا حصہ رس سے بھر جاتا ہے اور بعض اوقات پیٹ پھول کر انگور کے دانے کے برابر ہو جاتا ہے۔

چیونٹیوں کی مختلف اقسام میں قربانی کے مختلف نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً کچھ چیونٹیاں پتے اٹھانے والی چیونٹیوں کی حفاظت کرتی ہیں اور کچھ اپنے پیٹ کو خوراک کا گودام بنا لیتی ہیں۔

اوپر کی تصویر میں برگ تراش اور ان کی پہریدار چیونٹیاں نظر آرہی ہیں۔ درمیانی تصویر شہد کی چیونٹی کی ہے جبکہ آخری تصویر میں چیونٹی اپنے لاروں کی دیکھ بھال کررہی ہے۔

ہر خانے میں 25 سے 30 ایسی چیونٹیاں ہوتی ہیں جو ٹانگوں کی مدد سے چھت سے لٹکی رہتی ہیں۔ اگر کوئی چیونٹی نیچے گر جائے تو دوسری چیونٹیاں اسے دوبارہ لٹکا دیتی ہیں۔ ان چیونٹیوں کے پیٹ میں موجود محلول کا وزن ان کے اپنے وزن سے آٹھ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ بعدازاں خشکی اور سردی کے موسم میں دوسری چیونٹیاں روزانہ اپنی خوراک کے حصول کے لئے ان زندہ گوداموں کے پاس آتی ہیں۔ چنانچہ ایک چیونٹی اس کے پیٹ کو دبا کر دوسری چیونٹی کے لئے محلول کا ایک قطرہ نکالتی ہے۔

یہ امر ناممکن ہے کہ یہ چیونٹی ازخود اس قسم کے عجیب وغریب گودام کو بنا کر انہیں ترقی دے سکے۔ دوسری جانب پھولنے والی اس چیونٹی کا جذبہ قربانی اس پر مستزاد ہے جو اپنے وزن سے آٹھ گنا زیادہ وزن اٹھا کر ایک طویل مدت تک الٹی لٹکی رہتی ہے اور اس سے خود اس کو کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ یہ انوکھا انداز، اتفاق سے صرف اس چیونٹی کی ساخت کے سبب نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک چیونٹی رضا کارانہ طور پر زندہ گودام میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ کام نسل در نسل جاری ہے۔ اس لئے یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے الہام کا ثمر ہے جس نے اسے پیدا فرمایا ہے۔

۶۔ چیونٹیوں میں اپنی آبادی کے دفاع کا ایک طریقہ خودکش حملوں کے ذریعے دشمن کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس حملے کی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ مثلاً ملائشیا کے بارانی جنگلوں میں پائی جانے والی چیونٹی کے جسم پر، سر سے دم تک ایک زہر آلود غدود ہوتا ہے۔ جب اس کا ہر جانب سے محاصرہ کر لیا جائے تو وہ دشمن کے سامنے اپنے پیٹ کے پٹھوں کو سیکٹر کر زہریلا دھماکہ کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں اس کی موت یقینی ہوتی ہے۔ (۱۳۴)

۷۔ نسل میں اضافے کے لئے نر اور مادہ چیونٹی بہت زیادہ قربانی دیتے ہیں۔ چنانچہ پروں والی نر چیونٹی بہت جلد مر جاتی ہے اور اس کے بعد مادہ چیونٹی بل بنانے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے اور ایسی جگہ مل جاتی ہے تو وہ پروں سے اپنی جان چھڑاتی ہے اور اس کے بعد بل کا دھانہ بند کر کے بغیر کھائے پیئے، کئی ہفتے بلکہ کئی مہینے گزار دیتی ہے اور اس دوران نئی آبادی کی ملکہ کی حیثیت سے انڈے دیتی ہے۔ اس عرصے میں اس کی خوراک خود اس کے اپنے پر ہوتے

ہیں اور پہلے لاروؤں کو بھی اپنے جسم سے نکلنے والے مادے سے غذا فراہم کرتی ہے۔ اس عمل کے دوران وہ اس جدوجہد اور جان نثاری کے ساتھ اکیلے کام کرتی ہے اور اس آبادی میں زندگی کی داغ بیل پڑ جاتی ہے۔

۸۔ اگر آبادی پر دشمن اچانک حملہ کر دے تو مزدور چیونٹیاں بچوں کو بچانے کے لئے اپنی پوری پوری کوشش کر ڈالتی ہیں۔ لڑاکا چیونٹیاں دشمن کے مقابلے کے لئے فوراً حملے کی جانب کا رخ کرتی ہیں جبکہ مزدور چیونٹیاں جلدی سے بل کے اندرونی خانوں سے لاروؤں کو اپنے منہ میں پکڑ کر اس جنگ کے خاتمے تک اپنی آبادی سے باہر ایک خاص مقام پر منتقل کر دیتی ہیں۔ (۱۳۵)

ایسے مشکل حالات میں چیونٹی جیسے جاندار سے بھاگ کر دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو جانے کی توقع کی جاتی ہے لیکن ان کی آبادی میں جو کچھ حقیقۃً ہوتا ہے وہ آبادی کی حفاظت کے لئے قربانی اور جان نثاری کی اعلیٰ مثال ہے کیونکہ لڑاکا، پہریدار اور مزدور، کوئی بھی چیونٹی اپنی ذات کے بارے میں نہیں سوچتی بلکہ سب کو آبادی کی فکر ہوتی ہے اور چیونٹیوں میں کروڑوں سال سے یہی رویہ چلا آ رہا ہے۔

مذکورہ بالا مثالیں جانداروں کی دنیا میں حیران کن سمجھی جاتی ہیں۔ اس میں حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ طور طریقے چیونٹی جیسے حقیر اور چھوٹے جاندار میں پائے جاتے ہیں جسے انسان اپنی روزمرہ زندگی میں بغیر کوئی توجہ دیئے دیکھتا ہے۔ اگر ہم ان کاموں پر غور کریں تو ان کے پیچھے کارفرما زبردست عقل کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور دماغ اور اعصابی نظام سے بالکل عاری ایک چھوٹے سے جاندار سے ایسے رویوں کی قطعاً توقع نہیں کر سکتے جبکہ یہ نظام بغیر کسی خلل کے کروڑوں سال سے یونہی رواں دواں ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کو نافذ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کیونکہ چیونٹیاں اپنے اس خالق کے تابع فرمان ہیں جس نے انہیں وجود بخشا ہے۔ قرآن کریم میں جانداروں کی اس اطاعت شعاری کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ (آل عمران:۸۳)

”اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو

کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جاوینگے۔"

شہد کی مکھیوں کے چھتے میں قربانی کے چند نمونے:

چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کی زندگی میں پوری پوری مشابہت پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کے ہاں مزدور چیونٹیاں اور مزدور مکھیاں، ملکہ اور لاروؤں کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتی ہیں، جبکہ یہ خود بانجھ ہوتی ہیں اور یہ لاروے ان کے اپنے نہیں ہوتے۔

شہد کی مکھیوں کا چھتہ، ملکہ، ملکہ کو بارآور کرنے والے نر مکھیوں اور مزدور مکھیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چھتے کے انتظام وانصرام سے لے کر روزمرہ کی سرگرمیوں کے تحت مومی خانوں کی تعمیر، آبادی کی صفائی اور اس کی حفاظت، چھتے کی حفاظت، ملکہ اور نر مکھیوں کو خوراک کی فراہمی اور لاروؤں کی پرورش، انڈوں سے نکلنے والے نئے لاروؤں کی ملکہ، نر یا مزدور قسم کے مطابق خانوں کی تیاری، ان کی صفائی، انڈوں کے لئے مناسب رطوبت اور حرارت کی فراہمی، لاروؤں کو ان کی قسم کے مناسب ضرورت کے مطابق غذا کی تیاری اور خوراک کی تیاری کے لئے پھلوں کے گودے، پھولوں کے رس، پانی اور درختوں کے رس کی فراہمی، مزدور مکھیوں کے فرائض میں شامل ہے۔

ا۔ مزدور مکھی کے زندگی کے مراحل کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس مکھی کی زندگی 4 سے 6 ہفتے ہوتی ہے۔ یہ مکھی جونہی پوری پرورش کے بعد کوکون سے باہر آتی ہے تو تین ہفتے یا اس سے کچھ کم عرصے چھتے کے اندر کام میں مصروف رہتی ہے۔ اس کا سب سے پہلا کام لاروؤں کی پرورش ہوتا ہے۔ اس کی خوراک چھتے کے اندر موجود شہد اور پھولوں کا رس ہوتی ہے البتہ وہ اس خوراک کا اکثر حصہ لاروؤں کی نذر کر دیتی ہے۔ لاروؤں کی غذا کے لئے یہ مکھی اپنے معدے میں موجود خوراک کا کچھ حصہ باہر نکال دیتی ہے اور اس کے علاوہ اس کے سر کے قریب ایک غدود سے نکلنے والا مادہ بھی لاروؤں کی خوراک بنتا ہے۔

یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوکون سے نکلتے ہی اس جاندار کو اپنے فرائض کا کیسے علم ہو گیا؟ دوسری جانب ساری مکھیوں کا طرز عمل بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہاں ان مکھیوں کے بارے میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ کوکون سے نکلتے ہی دوسروں کے لئے قربانی اور کسی بھی شعوری رویہ کو اپنانے کی بجائے اپنی زندگی کی بقا کے بارے میں فکر مند ہوں۔ لیکن زمینی

حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ یہ ان مکھیوں کو لارووں کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کا فوراً احساس ہو جاتا ہے اور وہ ان کی پرورش میں جت جاتی ہیں۔

۲۔ جب مزدور مکھی کی عمر بارہ دن ہو جاتی ہے تو اس کے غدود پک جاتے ہیں اور ان سے موم نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس مرحلے پر، وہ لارووں کی ہر قسم کے مطابق پرانے خانوں کی مرمت، نئے خانوں کی تعمیر اور غذا اکٹھی کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

۳۔ بارہویں دن سے تیسرے ہفتے کے اختتام تک مزدور مکھیاں باہر سے آنے والے پھولوں کے رس اور شہد کے مغز کو جمع کر کے اس مغز کو شہد میں بدل کر اسے محفوظ کر لیتی ہیں اور اس دوران چھتے کے خانوں کو میل کچیل فضلات اور مردہ مکھیوں کو باہر پھینک کر صاف کرتی ہیں۔

۱۔ مزدور مکھیاں، لارووں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے۔
۲۔ مکھی، خانوں کو اپنے پروں سے ہوا فراہم کرتی ہے۔
۳۔ پہریدار مکھیاں، چھتے کی حفاظت کرتے ہوئے۔
۴۔ مزدور مکھیاں، چھتے کے خانے صاف کرتے ہوئے۔
۵۔ مزدور مکھیاں، ملکہ کی خدمت کرتے ہوئے۔

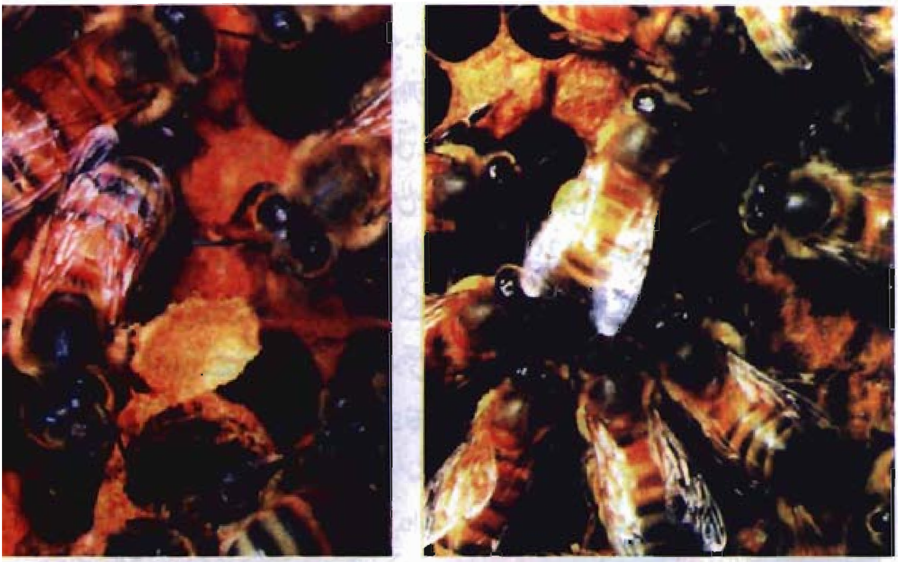

۴۔ تیسرے ہفتے کے اختتام پر، مزدور مکھیاں، چھتے سے نکل کر پھولوں اور درختوں کا رس جمع کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ یہ مکھیاں ان پھولوں کی تلاش میں نکلتی ہیں جو شہد کے مغز پر مشتمل ہوتے ہیں۔ غذا کی تلاش کا یہ عمل نہایت کٹھن ہوتا ہے چنانچہ اگلے دو تین ہفتوں کے بعد موت تک مکھی بالکل تھک ہار جاتی ہے۔ (۱۳۶)

یہاں قابل ذکر امر یہ ہے کہ یہ مکھی ضرورت سے بہت زیادہ شہد نکالتی ہے۔ اس کام کی تشریح کی ضرورت ہے مگر ارتقا کے حامیوں کا غیر منطقیانہ فلسفہ اس کی کوئی تشریح نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے ہاں اس قسم کے جاندار سے اس قسم کے جاں نثارانہ برتاؤ کی بجائے فقط اپنی زندگی کی بقا اور اس کی سلامتی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں یہاں سورۃ النحل کی آیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی ایک اور نشانی ہمارے سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مکھی کو یہ عجیب وغریب اسلوب سکھایا ہے اور یہی شہد کی مکھیوں کی دنیا میں ہونے والے کاموں کی واحد تفسیر ہے۔ یہ مکھیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے یک سر مو انحراف کے بغیر ان پر پورا پورا عمل کرتی ہیں۔ ایسے میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنی

آیت کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس پر غور وفکر کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل: ۶۹)

"پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں۔ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں۔ اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرتے ہیں۔"

۵۔ غذا کی تلاش میں نکلنے سے قبل، مزدور مکھیاں، پہریداری کا فریضہ بھی انجام دیتی ہیں۔ چھتے کے دروازے پر کچھ مکھیاں پہریداری کے لئے مقرر ہوتی ہیں۔ ان کا کام کسی بھی اجنبی کو چھتے میں داخلے سے روکنا ہوتا ہے اور جس چیز سے مکھیوں کی اس آبادی کی بو نہ آ رہی ہو، اسے خطرہ گردانا جاتا ہے۔

اگر کوئی اجنبی، چھتے کے دروازے پر آ جائے تو پہریدار فوراً زبردست حملہ کر دیتی ہیں اور ان کے پروں کی بھنبھناہٹ پوری آبادی کے لئے خطرے کی گھنٹی سمجھی جاتی ہے۔ یہ مکھیاں اپنے ڈنک کو دشمن کے خلاف اسلحے کے طور پر استعمال کرتی ہیں اور پورے چھتے کے

گرد ایک ایسی زہر پھیلا دیتی ہیں جس کی خاص بو ہوتی ہے اور اسے خطرے کے علامت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بو کو محسوس کرتے ہی دوسری مکھیاں بھی لڑائی میں شرکت کے لئے چھتے کے دروازے پر پہنچ جاتی ہیں۔ جب پہریدار مکھی دشمن کو ڈنک مارتی ہے تو اس زہر کی بو زیادہ سے زیادہ پھیلنے لگتی ہے اور جوں جوں اس بو میں اضافہ ہوتا ہے توں توں مکھیوں کا غیظ و غضب بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ (۱۴۷)

چھتے کا دفاع خودکشی کے مترادف ہوتا ہے کیونکہ مکھی کا ڈنک کانٹے کی طرح نوکیلا ہوتا ہے اور مکھی اسے دشمن کے جسم میں چبھونے کے بعد آسانی کے ساتھ کھینچ نہیں سکتی اور جونہی اڑنے کی کوشش کرتی ہے، اسے مہلک زخم لگ جاتا ہے کیونکہ کانٹا، دشمن کے جسم میں رہ جانے کے سبب اس کے پیٹ کا پچھلا حصہ شدید زخمی ہو جاتا ہے۔ زہر پھیلانے والے غدود اور ان کو قابو میں رکھنے والا اعصابی نظام بھی اسی مقام پر ہوتا ہے۔ جس وقت یہ مکھی اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہی ہوتی ہے، دوسری مکھیاں اس مقتول مکھی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے غدودوں سے زہر لے لے کر اجنبی دشمن کے زخموں پر ڈالتی رہتی ہیں۔ (۱۴۸)

اس جائزے کے بعد ہم اس جاندار کے رویہ کی کیا تشریح کر سکتے ہیں جو اپنی زندگی کے پہلے لمحے سے مسلسل کام، نہایت پابندی اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دوسروں کے آرام اور سلامتی کے لئے کرتا ہے اور اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے؟ علاوہ ازیں یہ طور طریقے کرۂ ارض کے کسی بھی خطے میں موجود چیونٹیوں اور مکھیوں کی تمام اقسام میں یکساں طور پر کروڑوں سال سے موجود ہیں۔

یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حجم کے لحاظ سے چھوٹے اور اپنی قربانی کے لحاظ سے بڑے، ان جانداروں کا سارا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے الہام کا نتیجہ ہے:

﴿اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (ہود:۵۶)

’’میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ کوئی نہیں زمین پر پاؤں دھرنے والا مگر اللہ کے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی۔ بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر‘‘۔

خاتمہ

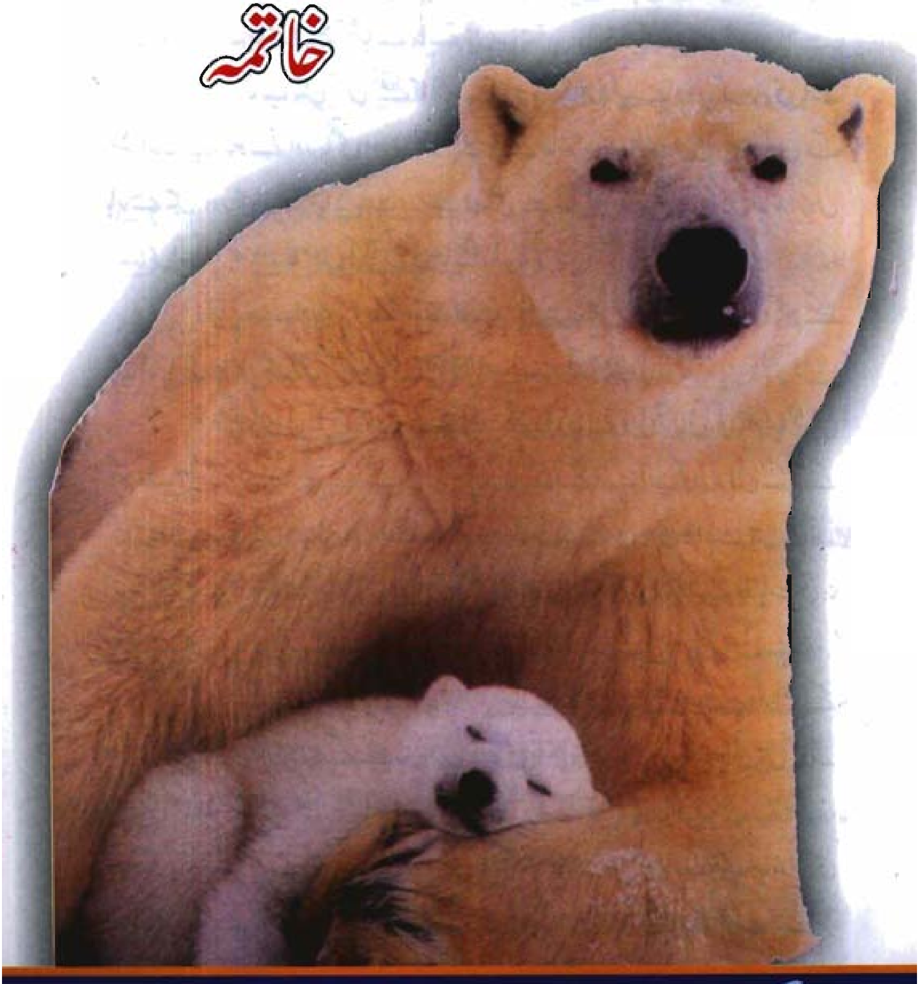

مختلف جانداروں کی ان مثالوں کا جائزہ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے برتاؤ میں قربانی، شفقت اور رحمدلی ایک مشترک جذبہ ہے۔ ہر جاندار اپنے بچوں کا خیال رکھتا ہے اور اپنے خاندان اور دوسرے جانوروں کی نہایت اچھے انداز سے حفاظت کرتا ہے۔ ان کا ایک ایک رویہ ہمارے سامنے، محبت، رحمدلی اور شفقت کی مثال ہے۔ علاوہ ازیں خطرے کے وقت نہایت عاقلانہ اور حیران کن انداز سے یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، نہایت ذہانت سے ایک دوسرے کو غذا فراہم کرتے ہیں اور بہترین مہندس کی طرح، بڑی مہارت کے ساتھ اپنے آشیانے بناتے ہیں۔

اس کتاب میں جس نقطے کا ہم نے بار بار تذکرہ کیا ہے وہ یہ کہ ساری بات حشرات جیسے چھوٹے اور ہاتھی اور زرافہ جیسے بڑے جانداروں پرندوں اور مینڈکوں کے بارے میں ہو رہی ہے۔ کیا یہ بات درست ہو سکتی ہے کہ عقل سے تقریباً عاری جانداروں سے اس قدر دانشمندانہ کاموں کی توقع کی جا سکے؟......

کیا پرندے اور حشرات شفقت اور ہمدردی سے بھرپور رویہ کے اظہار کو سمجھ سکتے ہیں؟ کیا کسی جانور میں اسی قسم کے اعلیٰ معنوی اوصاف ہو سکتے ہیں؟

نر پینگوئین کی، اپنی مادہ اور بچے کے لئے دی جانے والی قربانی کی ہم کیا تشریح کر سکتے ہیں؟ ہرن اور زیبرے اپنے بچوں کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو درندوں کے آگے کیوں ڈال دیتے ہیں؟ یہ سارے سوالات نظریہ ارتقا کے رستے کی بڑی رکاوٹ ہیں، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ جاندار جو کچھ کر رہے ہیں وہ محض اتفاق ہے اور وہ یہ برتاؤ اپنے جذبات کی بنا پر اپناتے ہیں جبکہ اس نظریئے کے مطابق زندگی غیر جاندار مادے سے وجود پذیر ہوئی ہے۔

ارتقا کے حامی کہتے ہیں کہ جاندار یہ سارے کام اپنے جین کے پروگرام کے مطابق کرتے ہیں لیکن اس کے نتیجے میں اس سے بھی بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ان غرائز اور جذبات کو کس نے ترتیب دیا ہے جن کے سبب، ہمدردی، شفقت اور رحمدلی سے بھرپور رویوں کا اظہار ہوتا ہے یا جس کے سبب جاندار کسی سابقہ تجربے کے بنا ہی اپنے آشیانے اور گھونسلے بناتے ہیں؟ کاربن اور فاسفیٹ جیسے غیر

جاندار مادے سے بنے جین کے اندر یہ عادات واطوار کس طرح وجود میں آئے؟

ارتقا کے حامیوں کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں۔ ان کے جوابات بالکل فضول اور آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہیں کہ جین میں یہ خصوصیات اور جذبات ''فطرت'' کی وجہ سے ہیں۔ ہم ان سے اکثر سنتے ہیں کہ جانوروں کو بچوں کی پرورش اور پرندوں کو گھونسلے بنانے کی صلاحیت فطرت نے دی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ فطرت کے کس حصے میں بالفعل یہ صلاحیت پائی جاتی ہے؟ کیونکہ ہم جس فطرت کی بات کر رہے ہیں وہ خود بھی مخلوق ہے اور درختوں، پتھروں، پہاڑوں، مٹی اور پانی جیسے عناصر پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کونسا عنصر جانداروں کو مختلف قسم کے طور طریقے سکھانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟

قدرت تخلیق کو فطرت کی جانب منسوب کرنے والے ارتقائی گزشتہ لادینوں کے غلط نظریات کا انکار کرتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ ان میں سے بعض خود فطرت کو خدا کہتے تھے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کائنات خود مخلوق اور غیر جاندار عناصر پر مشتمل ہے اور اس میں تخلیق یا دوسروں کو صلاحیتیں دینے کی کوئی قدرت نہیں۔ قرآن کریم، اس کمزور فطرت کو طاقتور اور صاحب قدرت کہنے والوں کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ (الفرقان:۳)

''اور لوگوں نے پکڑ رکھے ہیں اس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنے حق میں برے کے اور نہ بھلے کے، اور نہیں مالک مرنے کے، اور نہ جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے۔''

یہ امر ناممکن ہے کہ کسی جاندار کو، ذہانت، علم اور معنوی مفاہیم، عقل اور قوت سے عاری اندھی اور بہری فطرت کی وجہ سے مل جائیں کیونکہ یہ بات عقل و منطق کے برعکس ہے۔

جو حقیقت ہمارے سامنے سورج کی طرح واضح ہے وہ یہ ہے کہ جانداروں کا شفقت، ہمدردی، جاں نثاری اور قربانی سے بھرپور رویہ اس اللہ کے الہام کا اثر ہے جس کی

رحمت اور علم ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کتاب میں مذکور یہ تھوڑی سی مثالیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہیں جس کے سبب یہ جاندار ایسے منفرد رویے اپناتے ہیں۔ چنانچہ اپنے بچے کا دفاع اور اس کی صحیح سلامت پرورش کے لئے کوشاں، ہرن یا پرندہ عقل نہ ہونے کے سبب یہ کام خود نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو الہام کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی حفاظت کریں اور ان کو غذا فراہم کریں۔ اس لئے وہ بروقت اپنے بچوں کے لئے قربانی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ اس کی مثالیں صرف جانوروں میں ہی نہیں بلکہ انسانوں اور پوری کائنات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس لئے چیزوں کی حقیقت اور ان کے اصل منبع اور سرچشمے پر غور وخوض کرنے والے لوگ اس بدیہی نتیجے تک پہنچ جائیں گے کہ:

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ (ہود: ۵۷)

”پھر اگر منہ پھیرو گے تو میں پہنچا چکا تم کو جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمہاری طرف اور قائم مقام کرے گا میرا رب کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکو گے اللہ کا کچھ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان“۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۸)

”اور تو کہہ اے رب معاف کر اور رحم کر اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے“۔

* * *

24534

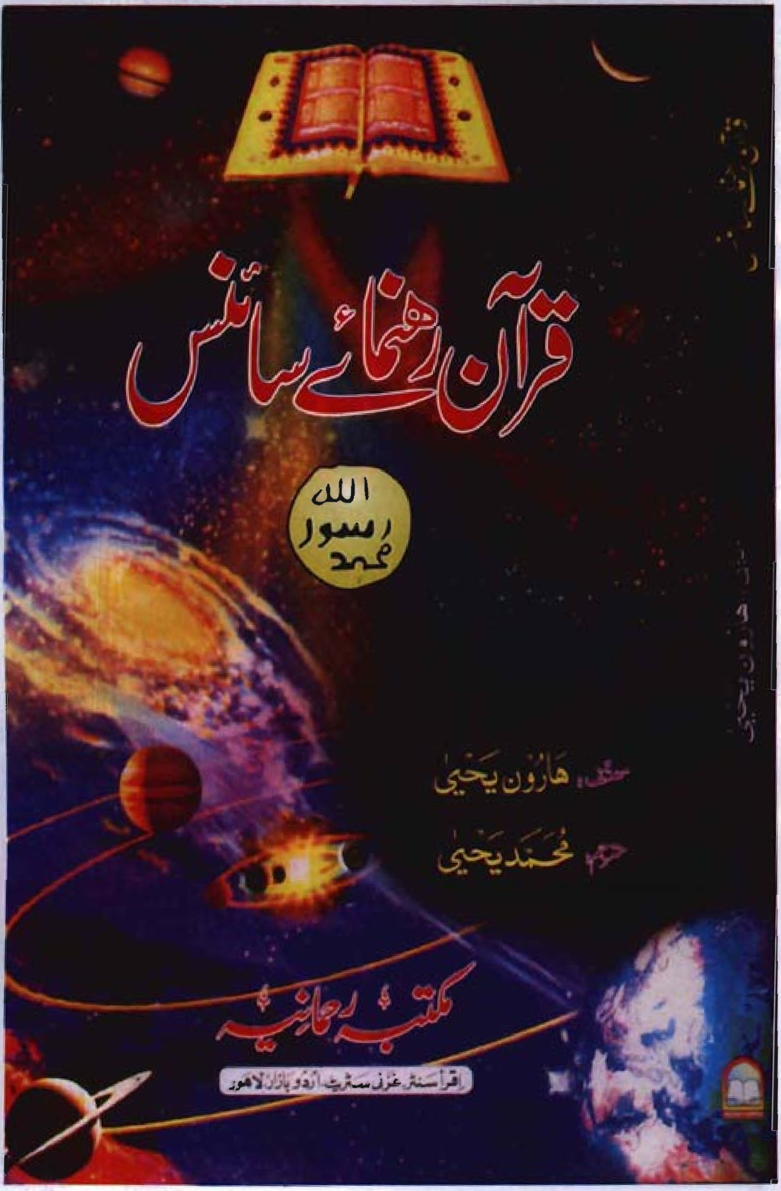
الله
رسول
محمد

قرآن رہنمائے سائنس

مصنف: ہارون یحییٰ

مترجم محمد یحییٰ

مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

جانداروں کا جذبہ قربانی

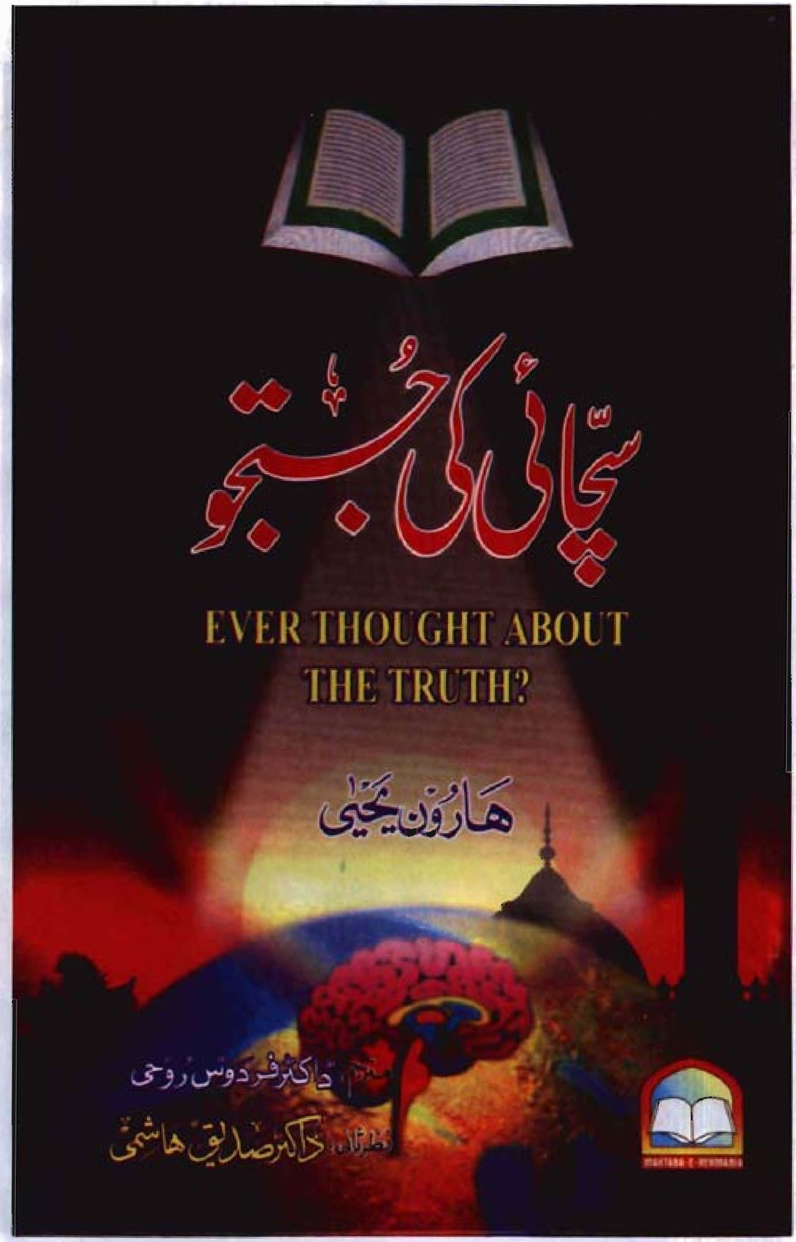
سچائی کی جستجو
EVER THOUGHT ABOUT THE TRUTH?
ہارون یحییٰ
مترجم: ڈاکٹر فردوس روحی
نظر ثانی: ڈاکٹر صدیق ہاشمی

جانداروں کا جذبۂ قربانی

ہماری دیگر مطبوعات

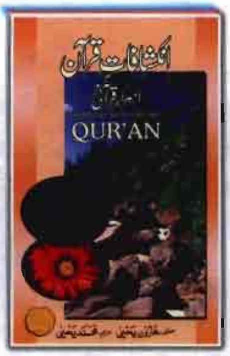
انکشافات قرآن
QUR'AN

سچائی کی جستجو

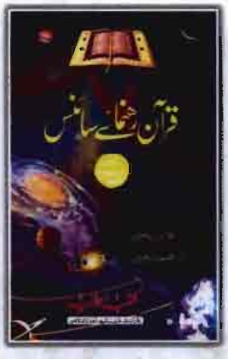
قرآن رہنمائے سائنس

خلیہ اک کائنات

سلسلہ معجزات

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-7355743-7224228

خزینۃ الکتب ابو ایوب الانصاریؓ ٹیلیگرام چینل

قارئین کرام! اس چینل میں مختلف فنون پر اردو، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبان میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دستیاب ہے، آپ ان کتابوں سے خود بھی استفادہ کریں اور صدقہ جاریہ کی نیت سے اپنے احباب کو بھی شیئر کریں۔

♣ Join & Share ♣

https://telegram.me/abu_ayyub_al_ansari_library

♣ Contact Us ♣

abuayyubalansarilbrary@gmail.com

♣ فہرستِ فنون ♣

1- قرآنیات
2- حدیثیات
3- فقہیات
4- عقائد و فرق
5- سیرت نبوی ﷺ
6- سوانح
7- خطبات
8- تاریخ
9- ادب
10- مضامین و مقالات
11- تربیت و اصلاح
12- جنرل نالج
13- سفرنامے
14- لغات
15- طب
16- درسیات
17- قصص و واقعات
18- رسائل و جرائد
19- متفرقات

♣ S.Mauvi♣